مسلسل اشاعت کے چھپن سال

ماہنامہ الحق

دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کا علمی و دینی مجلہ

666 / رجب ۱۴۴۲ھ فروری ۲۰۲۱

بیاد
شیخ الحدیث
مولانا عبدالحق رحمہ اللہ تعالیٰ

بانی: مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ

سرپرست اعلیٰ: مولانا انوار الحق

مدیر اعلیٰ: مولانا راشد الحق سمیع

اَللّٰھُمَّ صَلِّ علیٰ سَیّدِنَا مُحَمّدِنِ النّبِی الاُمِّیِ وَ علیٰ الہٖ وَسَلّم تَسلِیمَا

جلد نمبر 56
شمارہ نمبر 5
رجب ۱۴۴۲ھ
فروری ۲۰۲۱

اے بی سی آڈٹ بیورو سرکولیشن کی مصدقہ اشاعت

ماہنامہ
الحق
اکوڑہ خٹک

بانی	باہتمام	نگران	مدیر اعلیٰ
حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ	حضرت مولانا انوار الحق صاحب	مولانا حامد الحق حقانی	حافظ راشد الحق سمیع حقانی

معاون مدیر: محمد اسلام حقانی

اس شمارے کے مضامین

- وفیات: آہ! ڈاکٹر ابوسلمان شاہجہانپوریؒ، مولانا غلام صادق حقانیؒ کا سانحہ ارتحال، مولانا عطاء المہیمن شاہ بخاریؒ کی وفات، مولانا میاں ایاز احمد حقانی کو صدمہ ...... مولانا راشد الحق ۲
- شعبان المعظم اور شب برات کی فضیلت .... حضرت مولانا انوار الحق مدظلہ ۷
- دارالعلوم دیوبند کے جشن بہاراں کا منظر (سفرنامہ) ...... حضرت مولانا انوار الحق ۱۲
- حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی ذاتی ڈائری .... مولانا عرفان الحق حقانی ۱۶
- زندگی جہد مسلسل کا نام ہے .... مولانا قاضی فضل اللہ ۲۲
- مولانا فضل ربی ندویؒ .... مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی ۲۵
- جدید جمہوریت اور نفاذ اسلام پاکستان کے تناظر میں .... ڈاکٹر اکرام الحق یسین ۲۸
- ڈاکٹر ابوسلمان شاہجہانپوریؒ اور جامعہ دارالعلوم حقانیہ ...... مولانا سید حبیب اللہ حقانی ۳۴
- تزکیہ نفس کی پہلی شرط رزق حلال ہے .... فقیر گوہر رحمان نقشبندی ۵۳
- دارالعلوم کے شب و روز .... صاحبزادہ عبدالحق ثانی ۵۸
- تعارف و تبصرہ کتب .... مولانا محمد اسلام حقانی ۶۲

ماہنامہ الحق دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ (خیبر پختونخوا) پاکستان۔
فون نمبر: +92 923 -630435
فیکس نمبر: +92 923 -630922
ای میل: Email: editor_alhaq@yahoo.com
فیس بک ایڈریس: facebook\Alhaq Akora Khattak
ویب سائٹ: www.jamiahaqqania.edu.pk
سالانہ بدل اشتراک اندرون ملک فی پرچہ -/40روپے۔ سالانہ -/400روپے۔ بیرون ملک 40$ امریکی ڈالر
پبلشر: مولانا سمیع الحق ' مہتمم جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک۔ منظور عام پریس پشاور
کمپوزنگ: بابر حنیف

آہ! ڈاکٹر ابوسلمان شاہجہان پوریؒ

قحط الرجال کے اس دور میں اہل علم وفضل کا یکے بعد دیگرے تسلسل کے ساتھ اٹھ جانا کسی سانحہ سے کم نہیں، گزشتہ دو ڈھائی سال سے آئے روز اہل علم وفضل کا دنیا سے اٹھ جانے کا ایک سلسلہ شروع ہے اور یکے بعد دیگرے تسلسل کے ساتھ علماء، اولیاء، محققین اور اہل قلم کا دنیا سے چلے جانا قرب قیامت کی علامت ہے لیکن موت برحق ہے اور اس اٹل حقیقت سے نہ کسی کو انکار ہے نہ اس سے کسی کو مفر مگر بعض شخصیات (جو اپنی ذات میں ایک انجمن اور اکیڈمی کی حیثیت رکھتے ہیں) کا یوں اچانک اس دنیا سے رخصت ہو جانے سے دل کا رنجیدہ و غمگین ہونا ایک فطری امر ہے، غم اور جدائی کے اس تسلسل کی ایک کڑی برصغیر پاک و ہند کے ممتاز محقق، جمعیت علمائے ہند کی روایات کے عظیم مؤرخ، امام شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی فکر و علمائے دیوبند کے علوم و معارف کے ترجمان، مولانا ابو الکلام آزادؒ اور مولانا سندھیؒ کے افکار ونظریات کے شارح وخوشہ چین، سینکڑوں اہم علمی، تحقیقی، ادبی اور تاریخی کتابوں کے مصنف، بابائے ابوالکلامیات، کئی مذہبی و ادبی مجلات کے مدیر، تحریک آزادی ہند کی تاریخ کے ماہر ڈاکٹر ابوسلمان شاہ جہاں پوریؒ کا سانحہ ارتحال بھی ہے، مرحوم دو فروری بروز منگل طویل علالت کے بعد ۸۱ سال کی عمر میں کراچی کے ایک ہسپتال میں وفات پا کر اپنے خالق حقیقی سے جا ملے، آپؒ کی وفات امت مسلمہ کے لئے بہت بڑا علمی خسارہ ہے، ایسی شخصیات جب دنیا سے اٹھ جاتی ہیں تو ایک خلا چھوڑ جاتی ہیں۔

ڈاکٹر ابوسلمان شاہجہانپوریؒ ہمہ جہت پہلو کی حامل ہستی تھی، انہوں نے تن تنہا ایک آدمی کی صورت میں اکادمی کا کام کیا، گویا ان کی ساری زندگی جہد مسلسل سے عبارت تھی اور میدان تحقیق وتحریر میں حقیقی معنوں میں اکیلے اتنے عظیم کارنامے سرانجام دیئے ہیں کہ تنہا کوئی اکیڈمی بھی اتنے موثر انداز میں نہیں کرسکتی۔ نصف صدی سے زائد عرصے میں ڈیڑھ سو سے زائد تحقیقی، تاریخی، ادبی اور علمی کتابیں اور لاتعداد تحقیقی مقالات اور مضامین شائقین علم وادب کے سامنے پیش کئے، آپ مختلف علمی و ادبی رسائل ومجلات میں لکھتے رہے، خصوصیت کے ساتھ اوائل عمر میں ماہنامہ ''الحق'' میں آپ کے وقیع مقالات تسلسل کے ساتھ بڑے طویل عرصے تک شائع ہوتے رہے۔ علمائے دیوبند میں بعض شخصیات کی علمی وعملی زندگی کے کئی گوشوں پر وقیع تحقیقات پیش کیں، آپ کی یہ کاوشیں اور تحقیقات آئندہ بھی

یادگار رہیں گی، آپ کی تحقیق کا اصل موضوع اور محور برصغیر کے عظیم عالم دین ،نامور سیاستدان، بے مثل ادیب وخطیب امام الہند حضرت مولانا ابو الکلام آزادؒ کی سرانگیز وہشت پہلو شخصیت تھی، انہوں نے حضرت مولانا آزادؒ کی زندگی، فکر، فلسفہ، سیاست اور ادب پر اتنا وقیع علمی وتحقیقی کام کیا جس کی مثال ملنی مشکل ہے بلکہ آپ نے پاکستان کی کٹھن اور تنگ نظر سیاسی فضا میں آزاد شناسی کی بنیاد رکھی اور عمر بھر اس ''جرم'' کی پاداش میں مخالفین کی لعن وطعن اور دیگر مختلف حوادث ومصائب سے بھی گزرتے رہے ،ڈاکٹر صاحب نے مولانا ابو الکلام آزادؒ کے علمی، ادبی، مذہبی اور سیاسی آثار کی تدوین نو کی، اب ادب میں حضرت مولانا آزادؒ کا نام جب بھی لیا جائیگا تو ڈاکٹر ابوسلمان شاہجہانپوریؒ بھی اس کیساتھ یاد کئے جائیں گے، حضرت آزاد کی اسیری ہی آپ کی پہچان بن گئی ہے۔

آپ حقیقی معنوں میں ایک علم دوست اور فقیر منش شخصیت تھے، آپ نے اپنی زندگی کو بڑے اکابرین اور عصر حاضر کے ڈاکٹر حمید اللہ صاحبؒ کی طرح علم وتحقیق کیلئے وقف کئے رکھا ، آپ کی فقیرانہ طرز زندگی اور علمی کارنامے نسلِ نو کیلئے مشعل راہ ہیں، ڈاکٹر صاحب نے مختلف علمی وتحقیقی کاموں کو سر انجام دینے کیلئے پاک و ہند کے سینکڑوں کتب خانوں کی خاک چھانی اور نہایت عرقریزی، جانفشانی اور محنت سے عظیم علمی، تحقیقی اور تاریخی دستاویزات منظر عام پر لائے ،آپ نے جن موضوعات پر بھی کام کیا ہے آئندہ لکھنے والا کوئی بھی مؤرخ اور محقق اس سے مستغنی نہیں ہوسکتا، آپ کی سب سے بڑی تحقیقی شاہکار'' شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمدؒ کی سیاسی ڈائری'' ہے، جس کی ضخامت سات ہزار صفحات پر مشتمل ہے اور آٹھ جلدوں پر محیط ہے، ہر موضوع بالخصوص تاریخ کے حوالے سے آپ کی خدمات ناقابل فراموش ہیں، آپ کی علمی وتاریخی، تحقیقی وادبی خدمات کسی سے ڈھکی چھپی نہیں، والد مکرم حضرت مولانا سمیع الحق شہید نور اللہ مرقدہ کیساتھ آپ کا مضبوط علمی ربط تھا، گہرے دوستانہ مراسم تھے، جامعہ دارالعلوم حقانیہ بھی تشریف لاتے رہے، آخر تک ان کے درمیان خط وکتابت کا سلسلہ جاری تھا، ''مکاتیب مشاہیر'' میں آپ کے ماشاءاللہ ۳۲ خطوط شامل ہیں، راقم کا بھی آپ کے ساتھ ماہنامہ ''الحق'' کی ادارت اور خصوصاً حضرت مولانا عبدالکلام آزادؒ کیساتھ والہانہ عشق ومحبت کی وجہ سے دوہرا ربط وتعلق تھا، آپ وقتاً فوقتاً ''الحق'' کیلئے مضامین ارسال فرمایا کرتے تھے اور ساتھ خطوط کا بھی سلسلہ جاری رہتا۔ آپ کی حقانی خاندان اور ماہنامہ ''الحق'' کے ساتھ بڑی گہرے وابستگی رہی ،اسی مناسبت سے اس شمارہ میں آپ کی شخصیت اور ان تعلقات کے بارے میں ایک اہم تفصیلی مضمون برادرم مولانا سید حبیب اللہ شاہ صاحب نے مرتب کیا ہے۔

ڈاکٹر ابوسلمان شاہجہانپوری کے تعارف اور شخصیت کے متعلق ''مکتوبات مشاہیر'' میں والد ماجد شہید اسلام حضرت مولانا سمیع الحق نوراللہ مرقدہ کا حاشیہ ملاحظہ فرمائیں:

''ابوسلمان شاہجہان پوری مصنف، ادیب، صحافی، استاد اور کیا کیا صفات کے حامل گورنمنٹ نیشنل کالج کراچی کے مجلہ ''علم وآگہی'' اس کے بعد بابائے اردو کے قومی زبان، انجمن ترقی اردو اور آزاد ریسرچ انسٹیٹیوٹ علی گڑھ ہاؤسنگ سوسائٹی کراچی اور ۸۰ء کے اواخر میں مقتدرہ قومی زبان سے منسلک ہوئے، مولانا آزادؒ اور اکابر ہند اساطین جنگ آزادی سے بے حد ذہنی وفکری ہم آہنگی رکھتے ہیں اور ان کے دفاع میں بعض اوقات جارحیت بھی آجاتی ہے، مولانا آزادؒ پر پی ایچ ڈی بھی کیا، کتاب وقلم، علم ومطالعہ اور تحقیق وتنقید ہی ان کا سرمایہ شب وروز ہے۔ ناچیز سے بے حد محبت اور برادرانہ تعلق اب تک قائم ہے'' (سمیع الحق: ''مکاتیب مشاہیر''، ج ۲، ص ۸۶)

الحاصل یہ کہ ڈاکٹر ابوسلمان شاہجہانپوری کی وفات فکروآگہی، علم وتحقیق کیلئے بڑا خسارہ اور عقیدتمندان واسیران آزادؒ کیلئے بہت بڑا علمی سانحہ ہے، ان کی رحلت سے علم وعرفان کا ایک اور دروازہ بند اور علمی حلقہ یتیم ہوگیا، جہالت کے اندھیروں میں علم وفضل کی روشنی پھیلانے والا آسمان تاریک ہوگیا، مرحوم نے چار صاحبزادیاں سوگوار چھوڑیں، خانوادہ حقانی اس عظیم سانحے اور اس غم میں مرحوم کے پسماندگان وعقیدت مندان اور خصوصاً برادرم پروفیسر سید حنیف رسول کا کاخیل کیساتھ برابر کا شریک ہے ۔اللہ مرحوم کی کامل مغفرت فرما کر انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقامات سے نوازے اور ان کی تمام دینی خدمات کو مقبول فرمائے اور تمام پسماندگان کو صبر جمیل عطاء فرمائے۔ (آمین)

حضرت مولانا غلام صادق حقانی کا سانحہ ارتحال

۱۷ر فروری ۲۰۲۱ء کو جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے قابل فاضل اور ہزاروں طلبہ وعلماء کے استاد شیخ القرآن والحدیث حضرت مولانا غلام صادق حقانی صاحب بھی داغ مفارقت دے گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون ۔ حضرت مولانا غلام صادق حقانیؒ اور مولانا سید گوہر شاہ حقانی دونوں ساتھ دارالعلوم پڑھنے آئے تھے اور فراغت کے بعد دونوں نے اکٹھے ہی درس وتدریس کا سلسلہ شروع کیا، جو مولانا مرحوم کی حیات تک جاری رہا، دونوں حضرات کا جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے اساتذہ ومشائخ اور خاندان حقانی سے

تعلق مثالی رہا، شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق اور شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے مشورہ وسرپرستی میں ماہنامہ ''النصیحہ'' کا اجراء کیا، جو عصر حاضر کے تقاضوں کے مطابق فرق باطلہ کا تعاقب کرنے کیساتھ ساتھ اصلاح معاشرہ کیلئے جاندار کردار ادا کررہا ہے، مولانا غلام صادقؒ اسکے مدیر تھے۔

''درس قرآن'' کے عنوان سے پشتو زبان میں آپ کا مستقل سلسلہ چھپتا رہا، غالبًا سورہ ہود کے اختتام تک کے دروس شائع ہوئے ہیں۔ رسالہ میں عالم اسلام، عالمی اسلامی تحریکوں اور اسلامی ملکوں کی خبریں اور مسائل سے بھرپور مضامین وجاندار تجزیے بھی شامل کئے جاتے ہیں، حضرت مولاناؒ ایک کامیاب مدیر تھے، جو رسالہ بروقت نکالتے تھے۔ شیخ طریقت حضرت مولانا مفتی محمد فریدؒ سے بیعت ومجاز تھے، فناء فی الشیخ ہونے کا عالم یہ تھا کہ ''النصیحہ'' کے نئے شمارے میں بھی حضرت مفتی صاحبؒ سے متعلق تین صفحات پر مشتمل واقعات کا ایک مضمون شامل ہے، جس کا عنوان ''عظیم فقیہ ومحدث، مرشد العلماء والصلحاء، مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد فرید صاحبؒ کی آغوش تربیت سے چند واقعات وملفوظات ہے۔

ایم ایم اے کے دور میں آپ جمعیت علمائے اسلام (ف) کی سیٹ سے قومی اسمبلی کے ممبر بھی رہے، ملکی سیاست میں آپ کا مثبت کردار رہا، آپ نے جہاں جامعہ دارالعلوم اسلامیہ چارسدہ کے تعلیمی نظام کو بامِ عروج تک پہنچایا، وہیں قلم وقرطاس کے ذریعے کئی علمی کتابیں لکھ کر اپنے پیچھے صدقہ جاریہ چھوڑا۔ ''فیض الفرید'' کے نام سے پشتو زبان میں تفسیر قرآن آپ کا عظیم کارنامہ ہے، اس تفسیر پر شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے پیش لفظ بھی لکھا تھا جو کہ تفسیر کی جلد اول میں شامل ہے۔ دارالعلوم حقانیہ مولانا غلام صادقؒ کے سانحہ ارتحال پر مولاناؒ کے پسماندگان متعلقین تلامذہ اور جامعہ اسلامیہ چارسدہ کے ارباب اہتمام وانتظام سے تعزیت کرتا ہے بلکہ خود کو تعزیت کا مستحق سمجھتا ہے، اللہ تعالیٰ مولانا کے درجات کو بلند فرمائے۔ (آمین)

حضرت مولانا عطاء المہیمن شاہ بخاریؒ کی وفات

خطیب ایشیاء امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے آخری فرزند حضرت مولانا سید عطاء المہیمن شاہ بخاریؒ بھی ۷ فروری ۲۰۲۱ء کو ۷۶ سال کی عمر میں دارفناء سے داربقاء کی جانب کوچ فرماگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپ کو اپنے عظیم والد کی طرح لحن داؤدی سے نوازا گیا تھا، بلکہ یہ

پورا گھرانہ قرآن کا جس خوش الحانی اورسوز سے تلاوت کرتا ہے وہ بہت کم دیکھنے کوملتا ہے، اسی طرح دینی غیرت وحمیت بھی اس خانوادے کو ورثہ میں ملی، احرار کے رہنماؤں میں آپؒ کا شمار ہوتا تھا، دارالعلوم حقانیہ اور شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ اور والدمکرم شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ سے حضرت شاہ جیؒ کے زمانے سے تعلق رہا، اپنے حلقہ ارادت وعقیدت میں ''پیرجی'' کے نام سے مشہور تھے بلکہ بچپن میں تقویٰ اور طہارت کی وجہ سے حضرت شاہ جیؒ انہیں ''پیرجی'' کے نام سے پکارتے تھے۔حضرت مولانا عطاء المہیمن شاہ بخاریؒ نے تمام زندگی عقیدہ ختم نبوت، تحفظ، ناموس رسالتؐ کی نشرواشاعت اور فتنہ قادیانیت کے مذموم عزائم کوامت مسلمہ پرآشکارا کرنے میں صرف کی اور ان کی مسکت انداز میں تعاقب فرمایا ،آپ کی زندگی امیرشریعت رحمہ اللہ کے فکرونظریہ کوعام کرنے اورنسل نو کے ایمان کی حفاظت کرتے ہوئے گذری،انکی وفات سے ملک ایک جید عالم دین، محافظ عقیدہ ختم نبوت اوراسلام کے ایک بیباک سپاہی سے محروم ہوگیا۔مرحوم کی تحفظ ختم نبوتؐ، وناموس صحابہ واہل بیتؓ اور اشاعت اسلام کے حوالے سے گرانقدر خدمات ہیں جو یقیناً ان کے لئے صدقہ جاریہ ہیں۔بہرحال ! فتنہ وفساد کے اس دور میں ''پیرجی'' کی رحلت بہت بڑا علمی وروحانی نقصان ہے،اللہ حضرت جی کی کامل مغفرت فرمایئے اور جنت الفردوس میں جگہ نصیب فرمائے۔آمین

جامعہ دارالعلوم حقانیہ ،حضرت مہتمم صاحب،اساتذہ ،طلبہ اور''الحق'' دکھ کی اس گھڑی میں خانوادہ بخاریؒ اورخصوصاً نائب امیر ''مجلس احرار'' حضرت مولانا سیدکفیل شاہ بخاری مدظلہ کیساتھ اظہار تعزیت کرتا ہے ،قارئین ''الحق'' سے حضرت مرحوم کیلئے ایصال ثواب اوردعاؤں کی درخواست ہے۔

مولانا میاں ایاز احمد حقانی کوصدمہ

دارالعلوم حقانیہ کےمجلس شوریٰ کے اہم رکن اورانتہائی مخلص،قابل فاضل،پیرطریقت حضرت مولانا میاں ایاز احمد حقانی کی والدہ ماجدہ بھی گزشتہ دنوں انتقال فرماگئیں، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحومہ نیک،صالحہ اور پرہیزگارخاتون تھیں،مرحومہ نے پوری زندگی اپنے بچوں کی دینی تعلیم وتربیت دینے میں گزادی،مولانا ایاز احمد حقانی ان کی دینی وروحانی خدمات مرحومہ کیلئے صدقہ جاریہ ہیں، اللہ تعالیٰ مرحومہ کی کامل مغفرت فرمائے اور لواحقین کوصبرجمیل نصیب فرمائے،مرحومہ کی نماز جنازہ میں دارالعلوم کے اساتذہ کے علاوہ ہزاروں علماء وصلحاء نے شرکت کی۔بعد میں برادرمکرم مولانا حامدالحق حقانی بھی تعزیت کے لئے ان کے ہاں تشریف لے گئے جہاں جملہ پسماندگان سے تعزیت کی، جامعہ دارالعلوم حقانیہ میں بھی مرحومہ کیلئے ایصال ثواب اوردعائے مغفرت کا اہتمام کیا گیا۔

سلسلہ خطبات جمعہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا حافظ انوار الحق صاحب
ضبط و ترتیب مولانا حافظ سلمان الحق حقانی

شعبان المعظم اور شب برات کی فضیلت

الحمد لله و كفى و الصلاة والسلام على أشرف الأنبياء امابعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم بسم الله الرحمن الرحيم عن انسؓ كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا دخل رجب قال: اللهم بارك لنا في رجب و شعبان و بلغنا رمضان (مشكوة: ١٣٩٦)

سامعین کرام! سن ہجری اور اسلامی کا آغاز محرم الحرام سے ہوتا ہے اور اختتام ذوالحجہ پر ہوتا ہے لیکن ان مہینوں کے درمیان جو مہینہ آتا ہے وہ شعبان المعظم کہلاتا ہے یہ آٹھویں نمبر پر رمضان المبارک سے پہلے آتا ہے، اس مہینے کو اللہ رب العزت نے بہت شرف اور فضیلت عطا فرمائی ہے، جس کی عظمت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اس مہینہ میں رمضان المبارک کے روزوں، تراویح اور دیگر عبادات کی تیاری کا موقع ملتا ہے۔ رمضان جو برکتوں، رحمتوں اور عنایات ربانی کا موسم بہار ہے اور شعبان المعظم میں اس کی تیاری کرنا اس کی عظمت کو چار چاند لگا دیتا ہے یعنی شعبان المعظم کو رمضان المبارک کا مقدمہ ہے، اب چند دنوں بعد اس مہینے کا آغاز ہوگا اس لئے آج میں اس مہینے کی فضیلت پر کچھ کہنا مناسب سمجھتا ہوں۔

شعبان المعظم کی فضیلت

محترم سامعین! شعبان المعظم نہایت عظمت، فضیلت اور برکت کا مہینہ ہے، رسالت مآب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں خصوصیت سے خیر و برکت کی دعا فرمائی ہے۔ جیسا کہ حضرت انسؓ فرماتے ہیں:

كان رسول اللهِ صلى الله عليهِ وسلم اِذا دخل رجب قال: اللهم بارِك لنا فِي رجب و شعبان و بلِغنا رمضان (مشكوة :١٣٩٦)

جب رمضان کا مہینہ آتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا فرمایا کرتے تھے: اے اللہ ہمارے لیے رجب اور شعبان میں برکت عطا فرما اور ہمیں رمضان کے مہینے تک پہنچا۔

دراصل شعبان کا مہینہ رمضان کا مقدمہ ہے، اس لیے اس میں رمضان المبارک کے استقبال کیلئے تیاری کی جاتی ہے۔ خود رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مہینہ میں رمضان کی تیاری کی ترغیب

دی ہے، رسالت صلی اللہ علیہ وسلم نے شب قدر، تراویح، مغفرت باری تعالیٰ اور رمضان میں اہتمام سے کیے جانے والے خصوصی اعمال کا تذکرہ فرمایا ہے اور اس کی فضیلت اور عظمت اس بات سے عیاں ہے کہ رسالت ماب صلی اللہ علیہ وسلم اس کے چاند اور اس کی تاریخوں کے حساب کا بھی بہت اہتمام فرماتے تھے یعنی رمضان کے صحیح حساب کے لیے شعبان کا چاند اور اس کی تاریخوں کو خصوصیت سے یاد رکھتے تھے اور امت کو بھی تلقین فرماتے کہ جب شعبان المعظم کی آخری تاریخ ہو تو رمضان کا چاند دیکھنے میں پوری کوشش کی جائے۔

شعبان کے روزوں کی فضیلت

محترم سامعین ! رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم شعبان المعظم میں کثرت سے روزے رکھا کرتے تھے بلکہ رمضان کے بعد جس مہینہ میں روزوں کا زیادہ اہتمام فرماتے تھے وہ یہی شعبان کا مہینہ ہے، جیسا کہ ایک روایت ہے:

عن عائشةؓ قالت ان رسول اللہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یصوم حتی نقول لا یفطر ویفطر حتی نقول لا یصوم فما ریت رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم استکمل صیام شہر الا رمضان وماریتہ اکثر صیاما منہ فی شعبان (البخاری: ح ۹۶۹)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب روزے رکھنا شروع فرماتے تو ہم کہتے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اب روزہ رکھنا ختم نہ کریں گے اور جب کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم روزہ نہ رکھنے پہ آتے تو ہم یہ کہتے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اب روزہ کبھی نہ رکھیں گے، میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو رمضان شریف کے علاوہ کسی اور مہینہ کے مکمل روزے رکھتے نہیں دیکھا اور میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو شعبان کے علاوہ کسی اور مہینہ میں کثرت سے روزہ رکھتے نہیں دیکھا۔

ایک اور روایت میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے جس میں وہ فرماتی ہیں:

عن عائشةؓ إنھا قالت ما رأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی شھر اکثر صیاما منہ في شعبان کان یصومہ شعبان إلا قلیلا بل کان یصومہ کلہ (الترمذی: ح ۷۳۶)

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی مہینہ میں شعبان کے مہینہ سے زیادہ روزے رکھتے ہوئے نہیں دیکھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کچھ دنوں کے علاوہ پورے شعبان کے روزے رکھتے بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو پورے شعبان کے روزے رکھا کرتے تھے۔

اس حدیث میں پورے شعبان کے روزے رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم اکثر شعبان روزے رکھا کرتے تھے، کبھی کبھی اکثر پر کل کا اطلاق کر دیا جاتا ہے لہٰذا اس عظیم المرتبت مہینہ میں کثرت سے روزے رکھنے کی بڑی فضیلت ہے، ہمیں بھی اس کا اہتمام کرنا چاہیے تاکہ ایک طرف ہمیں اس کی فضیلت حاصل ہوجائے دوسر طرف رمضان المبارک کی تیاری کا موقع بھی میسر ہوجائے۔

شب براءت کی فضیلت

شعبان المعظم کی پندرھویں رات بہت فضیلت اور عظمت والی رات ہے، احادیث مبارکہ میں اس کے بہت سے فضائل وارد ہوئے ہیں اور ہمارے اکابر، اسلاف اور اولیاء اللہ بھی اس کی فضیلت کے قائل چلے آرہے ہیں، اس رات کو شب برات کہتے ہیں، اور اس کو شب برات اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس رات لاتعداد انسان رحمت باری تعالی سے جہنم سے نجات حاصل کرپاتے ہیں۔ شعبان المعظم کی اس رات یعنی شب براءت کی فضیلت ثابت ہے اور استحباب کا درجہ رکھتے ہیں اور اس کی فضیلت سے انکار نہیں کیا جاسکتا لیکن اس میں کیے جانے والے اعمال وعبادات کو فرض اور واجب کا درجہ نہیں دینا چاہیے اور اسی رات بے شمار بدعات، رسومات اور خودساختہ امور کا ارتکاب بھی نہیں کرنا چاہیے اور عبادت کے نام پر منکر امور سے اجتناب انتہائی لازمی ہے، اس رات کی فضیلت میں بہت سی احادیث مروی ہیں، اگرچہ ان میں سے بعض سند کے اعتبار سے ضعیف ہیں لیکن چونکہ فضائل میں ضعاف بھی مقبول ہیں اور کثرتِ روایات و اسانادمل کر اس ضعیف کو دور کر دیتی ہیں اور امت کا تعامل اور اسلاف کا اس رات کے قیام پر عمل پیرا چلے آنا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ روایات مقبول ہیں، میں آپکے سامنے ایک روایت نقل کرنے پر اکتفا کرتا ہوں

عن عائشةؓ عن النبي صلى الله عليه وسلم قال هل تدرين ما هذه الليل ؟ يعني ليلة النصف من شعبان قلت ما فيها يا رسول الله ؟ فقال فيهاإن يكتب كل مولود من بني آدم في هذه السنة وفيها إن يكتب كل هالك من بني آدم في هذه السنة وفيها ترفع أعمالهم وفيها تنزل أرزاقهم (مشكوة : ح ۱۳۰۵)

حضرت عائشہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عائشہ! کیا تمہیں معلوم ہے کہ اس رات یعنی شعبان کی پندرھویں رات میں کیا ہوتا ہے؟ حضرت عائشہؓ نے عرض کیا، یا رسول اللہ! اس میں کیا ہوتا ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس سال جتنے انسان پیدا ہونے والے ہوتے ہیں وہ اس رات میں لکھ دیے جاتے ہیں اور جتنے لوگ اس سال میں مرنے والے ہوتے ہیں وہ بھی اس رات میں لکھ دیے جاتے ہیں۔ اس

رات بنی آدم کے اعمال اٹھائے جاتے ہیں اور اسی رات میں لوگوں کی مقررہ روزی اترتی ہے۔

سامعین! اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ شبِ براءت کے بعد والے سال میں پیدا ہونے والے اور فوت ہونے والے انسانوں کے نام وغیرہ اس رات میں درج کئے جاتے ہیں حالانکہ یہ چیزیں تو پہلے ہی سے لوحِ محفوظ میں لکھی جا چکی ہیں، پھر لکھنے کا کیا مطلب؟ تو اسکا مطلب یہ ہے کہ اس رات میں لکھنے سے مراد یہ ہے کہ لوحِ محفوظ سے فہرستیں لکھ کران امور سے متعلقہ فرشتوں کے سپرد کی جاتی ہیں۔

اس رات کی فضیلت پر بہت ساری روایات منقول ہیں اور اس پر مستقل کتابیں بھی علماء نے لکھی ہیں، ہمارے حکیم الامت مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ اس رات کی فضیلت کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ شبِ برات کی اتنی اصل ہے کہ پندرھویں رات اور پندرھواں دن اس مہینے کا بہت بزرگی اور برکت والا ہے، اسی طرح مولانا مفتی محمد تقی عثانی مدظلہ ترمذی شریف کی شرح درس ترمذی میں فرماتے ہیں، شب برات کی فضیلت میں بہت سی روایات مروی ہیں، جن میں سے بیشتر علامہ سیوطیؒ نے الدر المنثور میں جمع کر دی ہیں ان روایات کے ضعف کے باوجود شبِ برات میں اہتمامِ عبادت بدعت نہیں۔ اول تو اس لیے کہ روایات کا تعدد اور ان کا مجموعہ اس پر دال ہے کہ لیل البراءت کی فضیلت بے اصل نہیں، دوسرے امت کا تعامل لیل البرات میں بیداری اور عبادت کا خاص اہتمام کرنے کا رہا ہے اور بھی ضعیف روایت مؤید بالتعامل ہے وہ مقبول ہوتی ہے لہٰذا لیل البرات کی فضیلت ثابت ہے اور ہمارے زمانے کے بعض ظاہر پرست لوگوں نے احادیث کے محض اسنادی ضعف کو دیکھ کر لیل البرات کی فضیلت کو بے اثر قرار دینے کی جو کوشش کی ہے وہ درست نہیں (درس ترمذی: ج۲ص۵۷۹)

شب براءت میں روزوں اور قبرستان جانے کی فضیلت

سامعین کرام! شعبان کی پندرھویں رات کے قیام اور دن کو روزہ رکھنے کی فضیلت پر بھی احادیث وارد ہیں اس مہینے میں ویسے بھی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کثرت سے روزے رکھتے تھے، لہٰذا امت بھی اگر شب براءت کو روزہ رکھے تو مستحب عمل ہے اور کارِ ثواب بھی ہے اور اگر نہ رکھے تو حرج بھی کوئی نہیں۔اس کے علاوہ جس طرح شب براءت کے دن میں روزہ رکھنے کا اور رات کو عبادت اور قیام کرنے کی فضیلت ہے اس طرح اس دن میں قبرستان میں جانے کی بھی فضیلت وارد ہے ،حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں:

فقدت رسول الله صلى الله عليه و سلم ليلة فخرجت فإذا هو بالبقيع فقال

اكنت تخافين أن يحيف الله عليك ورسوله ؟ قلت يا رسول الله إني ظننت أن أتيت بعض نساء ك فقال إن الله عز وجل ينزل ليلة النصف من شعبان إلى السماء الدنيا فيغفر لأكثر من عدد شعر غنم كلب(الترمذي: ح ۷۳۹)

ایک رات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے پاس نہ پایا تو میں آپ کی تلاش میں نکلی۔ پس کیا دیکھا کہ آپ جنت البقیع میں تشریف فرما تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تمہیں اندیشہ ہے کہ اللہ اور اس کا رسول تم پر زیادتی کر سکتے ہیں؟ تو میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! مجھے یہ گمان ہوا کہ شاید آپ کسی دوسری اہلیہ کے پاس تشریف لے گئے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالی شعبان کی پندرھویں رات آسمانِ دنیا کی طرف نزول فرماتے ہیں قبیلہ کلب کی بکریوں کے بالوں سے بھی زیادہ لوگوں کی بخشش فرماتے ہیں۔

اس حدیث سے رسالت مآب کا شب برات میں قبرستان جانا معلوم ہوا لیکن آپ کا اس پر ہمیشگی اختیار کرنا ثابت نہیں، لہٰذا اگر کوئی کبھی کبھار شب براءت میں زیارت قبور کے لیے چلا جائے تو مضائقہ نہیں لیکن ہر شب برات میں جانے کا اہتمام والتزام کرنا، اسے ضروری سمجھنا، اسے شب برات کے ارکان میں داخل کرنا اور قبرستان کی اس حاضری کو شب برات کا جزو لازم سمجھنا منکرات میں سے ہے، قبرستان میں میلہ ٹھیلا کا سماں اور چراغاں کرنا وغیرہ یہ سب بدعات ہیں۔ اس طرح یہ عمل مستحب نہیں بلکہ کارِ گناہ ہیں

شب برات میں بدعات ومنکرات سے اجتناب

محترم سامعین! شب براءت کی جتنی فضیلت اور عظمت ہے اتنا ہی اس میں لوگ بہت سارے منکرات کے مرتکب بھی ہوجاتے ہیں، لہٰذا اس میں ایسے اعمال کرنے چاہئیں جو تعامل امت سے ثابت ہیں او رجہاں تک منکرات بدعات اور خودساختہ رسومات ہیں اس سے اجتناب کرنا چاہیے۔ مثلاً اس رات مساجد میں میں شب بیداری کیلئے عوامی تقریبات کا اہتمام کرنا، اشتہارات واعلانات کے ذریعے لوگوں کو جمع کرنا کارِ منکر ہے اور اس رات کو خودساختہ قسم کی نمازیں پڑھنا قضائے عمری کرنا وغیرہ یہ بھی بدعت ہے اور اس رات حلوہ کو پابندی سے پکانا اور اسکے بغیر شب برات کی فضیلت سے محروم ہونے کا نظریہ رکھنا یہ بھی صحیح نہیں ہے ،اور اس رات فوت شدہ لوگوں کی ارواح کا اپنے گھروں میں واپس آنے کا عقیدہ رکھنا یہ بھی بالکل غلط ہے اور اس رات میں آتش بازی کرنا یہ سب خودساختہ امور اور بدعات ہیں اس سے مسلمانوں کو لازمی اجتناب کی ضرورت ہے۔ اللہ ہم سب کو سیدھی راہ پر چلانے کی توفیق عطا فرمائے اور شعبان المعظم ہمارے لئے رمضان المبارک کیلئے تیاری کا پیش خیمہ ثابت ہو۔ (آمین)

شیخ الحدیث مولانا انوار الحق صاحب
مہتمم جامعہ حقانیہ و نائب صدر وفاق المدارس

(قسط ۷)

دارالعلوم دیوبند کے عظیم جشن بہاراں کا ایک منظر

صد سالہ اجتماع دارالعلوم دیوبند کے لیے سفر کی دلچسپ روئیداد

احقر اور برادر بزرگ مولانا سمیع الحق شہیدؒ اپنے والد گرامی شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ اور قائد ملت اسلامیہ مولانا مفتی محمودؒ کی معیت میں دارالعلوم دیوبند کے جشن صد سالہ منعقدہ مارچ ۱۹۸۰ء میں شرکت کی سعادت سے بہرہ ور ہوا تھا۔ اس وقت جو مناظر، اکابرین کی زیارت و ملاقات، فضلاء دیوبند بالخصوص حضرت والد صاحب کی دستار بندی اور علماء و اولیاء کی صحبتیں نصیب ہوئیں، اپنی ڈائری میں طالب علمانہ رپورٹ لکھتا رہا۔ زعمائے ملت کے خطبات بھی سنے، حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحب کا مفصل خطبۂ استقبالیہ' مولانا سید ابوالحسن ندوی کا انقلابی خطاب' مولانا مفتی محمودؒ کی بصیرت افروز تقریر' والد گرامی شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کا مختصر مصلحانہ بیان اپنی تمام اداؤں کے ساتھ اب تک دل و دماغ کی سکرین پر ثبت ہے۔ دنیا بھر سے آئے ہوئے ملتِ اسلامیہ کے زعماء کے خطابات' مسئلہ فلسطین' اسلامی ممالک کی رفتار ست اور انگریز کی دلچسپی کے وجوہ' بین الاقوامی حالات' دارالعلوم دیوبند کے قیام کا پس منظر' تحریک حریت میں علماء حق کی قربانیاں، دارالعلوم دیوبند کے فضلاء کا صد سالہ مجاہدانہ کردار' برطانوی حکومت کے ظلم و استبداد کے واقعات اور برصغیر میں علماء کرام اور زعمائے اہل حق کی انگریز دشمن سرگرمیوں کی تفصیلات اور ان کے افکار عالیہ سے بھرپور استفادہ کا موقع ملا۔ زندگی میں یہ پہلا موقع تھا کہ میں نے امت کی علمی و دینی اور ملی قیادت کو لاکھوں کے مجمع سے ایک سٹیج میں یکجا خطاب کرتے ہوئے سُنا۔ اس موقع پر جو کچھ میں نے دیکھا اور جس طرح سمجھا اس وقت کے مناظر اور حالات کے مطابق اپنی ڈائری میں محفوظ کرلیا تھا۔ حسنِ اتفاق سے وہی ڈائری سامنے آگئی تو پُرانی یادیں تازہ ہوگئیں۔ دل میں خیال آیا کہ اکابر کا تذکرہ ہے، مبارک اجتماع کی دلچسپ علمی اور روحانی روئیداد ہے اسے بھی امت کے حضور پیش کردیا جائے، مگر یاد رہے کہ اس تحریر میں مقالہ نویسی والا تسلسل اگرچہ نہیں ہے، البتہ اس کی حیثیت ایک تاریخی یادداشت کی ضرور ہے جس سے تاریخ کے طلباء کو بھی بہت سا مواد مل سکتا ہے، پھر واقعات و حکایات کی چاشنی بھی ہے، اور ان کی روحانیت کی مٹھاس بھی' علماء اولیاء' صلحاء' فضلاء اور اہل ایمان کی گہما گہمی بھی ہے، اور نصائح و مواعظ کی دلآویزی بھی، اور دارالعلوم دیوبند کے جشنِ صد سالہ کی ایک خوبصورت تصویر بھی۔ اس کی اشاعت سے تاریخ بھی محفوظ ہوجائے گی اور قارئین پڑھیں گے تو حظ وافر حاصل کریں گے انشاء اللہ۔

حامد الحق لاپتہ ہو گئے

جمعیۃ کے دفتر پہنچ کر تانگوں سے اترے تو دیکھا کہ برادرم مولانا سمیع الحق اور شفیق الدین فاروقی وغیرہ حیران و پریشان کھڑے ہیں۔ کہ کل سے حامد الحق دیوبند سے یہاں آنے کیلئے اپنے دوستوں کے ہمراہ کار میں بیٹھے تھے لیکن تاحال نہیں پہنچے۔ یہی بھی بڑی پریشانی لاحق ہوئی کہ خدانخواستہ اگر کہیں اپنے ساتھیوں سے بھٹک گیا تو اتنے بڑے شہر میں اس کا ملنا تو قریباً ناممکن ہے۔ اوپر جب عمارت میں پہنچا تو جمعیۃ کے دفتر ہی میں سید الابرار صاحب کا فون آیا کہ حامد ہمارے ساتھ بخیر و عافیت ہے۔ میں نے اس کو جلد از جلد جمعیۃ کے دفتر پہنچانے کی تلقین کی۔ جب اس نے برخوردار کو دفتر پہنچایا تو سب کو تسلی ہوئی۔ یہاں دہلی میں جمعیت کے دفتر میں بھی عجیب کیفیت تھی جمعیۃ کا دفتر جو کہ مسجد اور مختلف کمروں، دفاتر اور کشادہ صحن پر مشتمل ہے میں کوئی کونہ مہمانوں سے خالی نہ تھا۔ حتیٰ کہ عمارت کے باہر والی سیڑھیوں پر مہمانوں کے بستر بچھائے ہوئے تھے۔

ایسا لگتا تھا کہ شاید دیوبند کا سارا ہجوم یہاں دوڑ آیا ہے۔ ایک کمرہ جس میں والد صاحب آرام فرما رہے تھے اگرچہ اس میں بھی کافی مہمان اور لوگوں کا سامان موجود تھا ہم نے بھی اپنے بستر ے اور سامان ڈال دیے۔ والد صاحب سے ملنے کے بعد معلوم ہوا کہ کل یعنی ۲۴ مارچ کو دیوبند سے آتے ہوئے انہوں نے راستہ میں گنگوہ شریف تھانہ بھون اور نانوتہ میں بھی مختصر حاضری دی اور نیز یہ کہ حضرت مفتی محمود صاحب اور والد صاحب کو جس استقبالیہ میں پہنچنا تھا موٹر کاریں بار بار پنکچر ہو جانے کی وجہ سے وہ وقت مقررہ پر اس استقبالیہ میں شرکت نہ کر سکے۔

مدنی خاندانی کی ضیافتیں

یہاں بھی مہمان نوازی کی وہی دیوبند والی حالت تھی جو کہ مولانا اسعد مدنی اور ان کے برادران اور مدنی خاندان کا طرہ امتیاز ہے۔ مہمانوں کے سینکڑوں کی تعداد میں ہونے کے باوجود ہروقت دووقت کا کھانا اور ناشتہ وغیرہ کا بندوبست تمام لوگوں کیلئے باقاعدگی سے کیا جارہا تھا۔ کسی کو روک ٹوک نہ تھی۔ دسترخوان پر ہر کسی کو بیٹھنے کی اجازت تھی۔ جمعیۃ کے دفتر کے سرکردہ حضرات اور اس کے اہل کار یہاں بھی مہمانوں اور غیرملکیوں کے امور جیسے بعض مقامات کے مزید ویزے لگانا، ویزے کی مدت میں اضافہ، اپنے اپنے مقامات تک پہنچانے کیلئے گاڑیوں کی بکنگ، سیٹوں کی ریزویشن اور کانسیشن جیسے بے شمار مسائل میں ہمہ تن ہروقت مصروف رہتے۔ ظہر کے کھانے اور نماز

کے بعد میں اور حاجی ممتاز خان اور حافظ لطف الرحمن اپنے لئے ہوٹل تلاش کرنے کی نیت سے باہر نکلے۔ دہلی میں چونکہ نووارد تھے اور خاص مقام معلوم نہ تھا اس لئے کسی کے کہنے کے مطابق وہاں کے مشہور علاقہ دریا گنج گئے وہاں مختلف ہوٹل دیکھے۔ مگر ہم میں سے کسی کو بھی کوئی ہوٹل پسند نہ آیا چنانچہ واپس جمعیۃ کے دفتر ہی میں آگئے۔ یہاں واپسی پر والد صاحب نے فرمایا کہ کل صبح حافظ حبیب الرحمن جن کے دہلی میں اقارب ہیں، دوموٹریں لاکر ہم تمام ساتھیوں کو دہلی کے مختلف مقامات کی سیر کرائیں گے۔ شام کو والد صاحب نے گھر کیلئے کچھ خریداری کرنی تھی اس لئے انہوں نے ہمیں اُن اشیاء کے خریدنے کیلئے بازار جانے کا فرمایا۔ میں اور ناظم صاحب مولانا سلطان محمود چاندنی چوک گئے۔ بچپن سے اس چوک کے نام سنتے رہے اور دیکھنے کی ہمیشہ خواہش رہتی۔ واقعی دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے بارونق بازار تھا۔ گھنٹہ بھر خریداری کرنے کے بعد واپس آئے۔ یہاں آکر معلوم ہوا کہ عصر کے بعد حضرت والد صاحب کو برادرم محترم مولانا سمیع الحق دہلی کے جامع مسجد لیجانے کیلئے باہر لے گئے ہیں۔ مغرب کے نماز وہیں پڑھ کر والد صاحب واپس تشریف لے آئے۔

مفتی کفایت اللہ کا مدرسہ امینیہ

مغرب کے بعد میری تلاش میں مولانا فضل الرحیم صاحب بمع دیگر ساتھیوں کے دفتر جمعیۃ تشریف لائے اور پھر مجھے اپنے ساتھ اپنے ہوٹل جو کہ کشمیری بازار میں بالمقابل مدرسہ امینیہ پسند آئے۔ ہوٹل جانے کیلئے مدرسہ امینیہ میں رات کا کھانا ادھر ہی کھایا۔ یہ مدرسہ بھی مفتی اعظم مولانا مفتی کفایت اللہ ودیگر اکابر کی یادگار ہے۔ ایک وقت ایسا تھا کہ اس کا بے پناہ چرچا تھا مگر اب یہ کچھ اجڑا ہوا تھا۔ ایک مسجد میں واقع ہے کوئی چہل پہل اور طلباء کی کثرت نہ تھی۔ دہلی جیسے مرکزی شہر میں مسلمانوں کے اس جیسے قدیم دینی ادارے کا اس طرح اجڑنا افسوسناک منظر پیش کررہا تھا۔ مدرسہ امینیہ میں کچھ وقت گزارنے کے بعد مولانا فضل الرحیم اور میں ان کی کار میں دہلی کے مختلف علاقوں اور اطراف میں پھرنے کے بعد واپس ان کے ہوٹل میں آئے جہاں پر قاری سعید الرحمن صاحب اور ان کے دوست پیر عبدالقیوم ٹھیکیدار پہلے سے موجود تھے۔ رات انہی کے ساتھ گزاری۔ رات کو بارش نے دہلی کے موسم کو خوشگوار بنادیا تھا جو کہ عام طور سے ہمارے موسم سے زیادہ مشابہ تھا۔ جامع مسجد دہلی کی زیارت کیلئے رات ہی سے مولانا فضل الرحیم صاحب کیساتھ جانے کا پروگرام بنایا کہ صبح سویرے اٹھنے کے بعد دہلی کے مشہور آثار قدیمہ میں شمار ہونے والی جامع مسجد دہلی دیکھنے جائیں گے۔ چنانچہ اس صبح کے افتتاح ہی جامع مسجد دہلی کی زیارت سے کیا۔ اس میں کچھ دیر پھرتے رہے۔

پرانے بادشاہوں کی ذوق وشوق اور معماروں کی فنی مہارت وکاریگری کی واقعی ایک خوبصورت یادگار ہے۔ جامع مسجد دیکھنے کے بعد میں نے ان سے کہا کہ اب مجھے والد صاحب کے پاس پہنچا دیں۔ انہوں نے مجھے جمعیۃ کے دفتر کے پاس اتار کر ہوٹل کی راہ لی۔

دہلی کی سیر کا آغاز

کچھ دیر بعد حافظ حبیب الرحمن صاحب بمع دو کاروں کے وہاں پہنچے اور والد صاحب اور ہم سب ساتھیوں کو دہلی کی سیر وتفریح کیلئے نکلنے کی تیاری کا کہا۔ حضرت والد صاحب اور ہم ساتھی قریباً صبح ساڑھے نو بجے گاڑیوں میں بیٹھ گئے۔

لال قلعہ دہلی

سب نے پہلے مغلیہ دور کی عظیم یادگار لال قلعہ دیکھنے کیلئے اس کے دروازہ پر پہنچے۔ یہ برصغیر میں مغل دور کا سب سے اہم قلعہ رہا ہے۔ برصغیر کے مغل بادشاہ شہاب الدین محمد خرم، شاہ جہان اور محی الدین بہادر شاہ ظفر تک یہاں رہائش پذیر رہیں۔ اندر جانے کیلئے چونکہ موٹر کا راستہ مسدود تھا اور والد صاحب کیلئے بوجہ ضعف پیدل چلنا ناممکن تھا۔ اس لئے وہ گاڑی ہی میں قلعہ کے باہر کار میں بیٹھ گئے اور ہم لوگ اندر داخل ہوئے۔ قلعہ ایک طویل وعریض احاطہ پر محیط ہے۔ قلعہ کی دیواروں کے تعمیر دیوہیکل پتھروں سے کی گئی ہے۔ اندر کے مناظر اور کھنڈرات سے مغلیہ شہنشاہوں کے تعمیراتی شوق وذوق کا پتہ چلتا ہے۔ تخت شاہی، رہنے سہنے کے کمرے، غسل خانے اور بعد میں خوشبو اور دیگر ضروریات استعمال کرنے کیلئے آرائش وزیبائش آتشفشانی کی جگہیں قابل دید ہیں۔ ہر ایک حصہ فن تعمیر اور شان وشوکت اور شاہی دبدبہ کا عظیم نمونہ ہے۔ مگر ان کو کیا معلوم تھا کہ اس فانی دنیا میں مکان تو کافی عرصہ باقی رہیگا اور اکثر لوگوں کو مکینوں کے نام تک یاد نہ رہیں گے۔ چونکہ قلعہ میں قابل دید مقامات زیادہ تھے والد صاحب موٹر میں تشریف فرما تھے۔ ان کی طبیعت کا خیال رکھتے ہوئے ہم بھی تیزی سے سرسری طور پر قلعہ میں ایک طرف دیکھنے کیلئے پھرتے رہے۔ قلعہ کے اندر مغلیہ شہنشاہوں کی بنی ہوئی قابل دید مسجد بھی تھی جس کا زیادہ تر حصہ سنگ مرمر سے مرصع تھا۔ گھنٹہ، ڈیڑھ گھنٹہ قلعہ کے اندر رہنے کے بعد باہر آگئے۔

(قسط ۸۲) مرتب: مولانا حافظ عرفان الحق اظہار حقانی
استاد دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی ذاتی ڈائری

۱۹۸۸ء کی ڈائری

عم محترم حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ آٹھ نو سال کی نوعمری سے معمولات کی ڈائری لکھنے کے عادی تھے۔ ان ڈائریوں میں آپ اپنے ذاتی اور عظیم والد شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ کے معمولات شب و روز اور اسفار کے علاوہ اعزہ و اقارب، اہل محلہ و گردو پیش اور ملکی و بین الاقوامی سطح پر رونما ہونے والے احوال و واقعات درج فرماتے، آپکی اولین ڈائری ۱۹۴۹ء کی لکھی ہوئی ہے۔ جس سے آپ کا ذوق اور علمی شغف بچپن سے عیاں ہوتا ہے۔ احقر نے جب ان ڈائریوں پر سرسری نگاہ ڈالی تو معلوم ہوا کہ جابجا دوران مطالعہ کوئی عجیب واقعہ، تحقیقی عبارت، علمی لطیفہ، مطلب خیز شعر، ادبی نکتہ، اور تاریخی تجزیہ آپ نے دیکھا تو اسے ڈائری میں محفوظ کرلیا۔ اس پر دل میں خیال آیا کہ کیوں نہ مطالعہ کے اس نچوڑ اور سینکڑوں رسائل اور ہزارہا صفحات کے عطر کشید کو قارئین کے سامنے پیش کیا جائے جس سے آئندہ آنے والی نسلیں اور اسیرانِ ذوق مطالعہ استفادہ کرسکیں۔ تاہم یہ واضح رہے کہ نہ تو یہ مستقل کوئی تالیف ہے اور نہ ہی شائع کرنے کے خیال سے اسے مرتب کیا گیا ہے۔ اسلئے ان میں اسلوب کی یکسانیت اور موضوعاتی ربط پایا جانا ضروری نہیں۔ یاد رہے کہ یہ ڈائریاں ایک طرف حضرت مولانا عبدالحقؒ اور شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق شہید کے احوال و سوانح کے لئے بھی ایک بنیادی و اہم ماخذ کی حیثیت رکھتے ہیں تو دوسری طرف دارالعلوم حقانیہ کی تاریخ اور شب و روز بھی اس میں کافی حد تک محفوظ ہو چکے ہیں...... (مرتب)

جناب ڈاکٹر عبدالخالق، سابق ممبر مجلس شوریٰ

مولانا کی زندگی کتنے ہی اولوالعزم زندگیوں کے لئے مشعلِ راہ تھی اور ہمیشہ رہے گی، ان کے علم، تفقہ، تدبر اور بصیرت پر ان کے عظیم شاگردوں کا کردار گواہ رہے گا، جہاد افغانستان کی تاریخ میں مرحوم کا نام تابندہ رہے گا۔

ائیر ایڈمرل محمد اسحاق ارشد

آپ کے جلیل القدر والد صاحب مولانا عبدالحقؒ کی وفات پر دلی تعزیت پیش کرتا ہوں۔ ایک عالم کی موت عالَم کی موت ہے۔ مرحوم نے گراں قدر دینی اور سیاسی خدمات انجام دی ہیں۔ جو کبھی بھلائی نہ جاسکیں گی۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی روح کو اپنی جوار رحمت میں اعلیٰ مقام عطا کرے، آپ کو اور تمام

لواحقین کو صبر جمیل عطا کرے۔

سید فخر الحسن (سربراہ اسلامی انقلابی کونسل پاکستان)

حضرت مولانا عبدالحقؒ کی ذاتِ گرامی صرف ایک طبقے یا ایک فرقے کیلئے محترم نہ تھی میری نظر میں ان کی ذاتِ اقدس پورے عالم اسلام ہی کے لئے نہیں تمام عالم کیلئے ایک سرمایہ عظیم تھی۔ آج جب کہ طوفانی دور میں ان کی ہمیں سب سے زیادہ ضرورت تھی۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنا مہمان قرار دے دیا ہے، حضرت مولانا کا مقام یقیناً بہت بلند تھا، لیکن انہوں نے اپنے پیچھے ایک بہت بڑا جامعہ چھوڑا ہے، ان شاء اللہ آپ ہمیں اس عظیم ہستی کی رہنمائی فراہم کرتے رہیں گے، میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس عظیم راہنما کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے اور آپ تمام اہل خانہ کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

میر نواز خان مروت (سابق ایم این اے)

شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ جید عالم باعمل، عاشق رسولؐ، دین حق کے علمبردار اور دورِ حاضر میں اسلام کے ایک عظیم ستون تھے۔ قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کا عملی نمونہ تھے آپ کے چشمۂ فیض سے بہت سے تشنگانِ علم فیض یاب ہوئے۔

فرید احمد پراچہ (مجمع العلماء منصورہ)

آپ کے والد گرامی حضرت مولانا عبدالحقؒ کی وفات کی خبر سن کر ہم سب متعلقین علماء اکیڈمی منصورہ کو سخت صدمہ پہنچا۔ موصوف اسلاف کی یادگار تھے، اپنی پیرانہ سالی کے باوجود جہاد افغانستان کے لئے ایک قوت معرکہ بنے رہے۔ قومی اسمبلی کے ممبر کی حیثیت سے ایوان ہائے حکومت میں نفاذ شریعت کے لئے آواز بلند کرتے رہے، وہ اپنی ذات میں ایک ادارہ تھے ادارہ سے وابستہ تمام علماء کرام آپ سے تعزیت کرتے ہیں۔

محمد شریف طارق ایڈوکیٹ (صدر جموں وکشمیر لبریشن لیگ)

مولانا مرحوم کی دینی و ملی خدمات ناقابلِ فراموش ہیں، اس دورِ زبوں کار میں مولانا صاحب روشنی کا مینار اور اسلام کے خادم تھے، ان کی وفات سے علمی دینی ادبی سیاسی حلقوں میں ایک خلا پیدا ہوگیا ہے اور ناقابلِ تلافی نقصان ہوا ہے۔

مولانا اسحاق سندھیلوی

آپ کے والد بزرگوار جناب مولانا عبدالحق صاحبؒ کے انتقال کی اطلاع پاکر صدمہ ہوا، انا للہ وانا

الیہ راجعون۔ موصوف محترم کی وفات سے پوری قوم کو نقصان پہنچا ہے، اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں مقامات رفیعہ عطا فرمائے۔

حافظ عبدالاعلیٰ رحمانی (مدیر ممتاز ڈائجسٹ)

مولانا محترم کا وجود اس دور میں بسا غنیمت تھا دور حاضر کے علماء اور طلبا کے لئے مشعل راہ تھا، سنگلاخ زمین پر دینِ حق کی آبیاری کی اللہ کریم انہیں کروٹ کروٹ جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔

عبدالحفیظ (جمیت اہلحدیث پشاور)

حضرت شیخ الحدیثؒ کی رحلت پر نہ صرف احناف برادران کی تمام جماعتیں سوگوار و ماتم زدہ ہیں، بلکہ جمیت اہلحدیث بھی اس لامحدود غم میں برابر کی شریک ہے۔

محمد یونس اثری (امیر جمیت اہلحدیث آزاد کشمیر)

مولانا مرحوم ایک بہت بڑے عالمِ دین تھے۔ اس قحط الرجال کے دور میں مولانا مرحوم عالم اسلام کے لئے عموماً اور مسلمانانِ پاکستان کے لئے خصوصاً ایک عظیم سرمایہ تھے۔

علاؤالدین خان (پاکستان پیپلز پارٹی پاک پتن شریف)

مرحوم دین اسلام کے مجاہد تھے۔ مجھے بھی لاکھوں انسانوں کی طرح جناب کے والد بزرگوار کے انتقال کی خبر سن کر گہرا صدمہ ہوا۔ اللہ کریم مرحوم کو جنت الفردوس میں بلند مقام بخشے۔

جناب چمن پیر الہاشمی القادری

کل آٹھ بجے صبح بذریعہ اخبار اعلیٰ حضرت اقدسؒ کی وفات کی اندوہناک خبر پڑھی، اسی وقت تعزیتی اجلاس ایصال ثواب اور دعائے مغفرت ہوئی، اور قرآن خوانی بھی۔ اللہ تعالیٰ اعزہ و اقارب کو صبر جمیل اور حضرت کو اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔

جناب عبدالعزیز چشتی

مرحوم و مغفور حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ نے دین کے ساتھ ساتھ سیاست میں بھی اہم کردار ادا کیا، ان کی آواز تا دیر حق اور سچائی کی سربلندی کے لئے ایوانوں میں گونجتی رہی اس بااصول مردِ حق کو دنیا کی کوئی طاقت اصولوں سے نہ ہٹا سکی۔

احمد حسین شیخ (مؤتمر القمة الاسلامی)

شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ نے بے آب و گیاہ سرزمین کو علم کی دولت سے مالامال کردیا،

سینکڑوں نہیں ہزاروں انسانوں کی زندگیاں سنوار دیں۔ رسول پاک کا سب سے اہم کارنامہ یہ تھا کہ انہوں نے ایسے انسان تیار کئے جو رہتی دنیا تک انسانیت کیلئے فخر اور آئیڈیل رہیں گے، حضرت مولانا صاحب مرحوم نے اس سنت کی پیروی خوب کی اللہ پاک ان کو اپنی جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔
محمد عبدالرحمٰن (سابق ممبر صوبائی کونسل، چیئرمین بلدیہ بہاولپور)

اخبارات اور ٹی وی پر آپ کے قابل فخر والد گرامی قدر، ملت کے لئے سرمایہ دین اور پاکستان کے لئے خصوصاً اسم بامسمّٰی خزینہ علم کی وفات کی خبر سن کر بے حد صدمہ ہوا۔ یہ عریضہ دردمندی بحالت تپ محرقہ رقم کر رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے اور ترقی درجات سے نوازیں۔ آمین
مولانا عبدالمجید (رئیس المدرسین، باب العلوم کہروڑ پکا، ملتان)

استاذ العلماء و شیخ المحدثین حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ کی وفات پر تعزیت کس سے کریں ہم سب ہی بلکہ پوری ملت اسلامیہ تعزیت کی مستحق ہے۔
محمد ادریس تاج

آپ کے والد کی وفات سے ملک و قوم ایک عالم دین ایک مفکر، ایک مبلغ اور ایک بزرگ ہستی سے محروم ہو گئی ہے۔
تنظیم اہلسنت پاکستان

تنظیم اہلسنت پاکستان آپ کے غم میں برابر کی شریک ہے۔ حضرتؒ کی ذات بابرکات ملک و ملت کا عظیم سرمایہ تھے، جو ہم سے جدا ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ انہیں جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائیں۔
مولانا قاضی عبدالحلیم (نائب مہتمم نجم المدارس کلاچی)

حضرت شیخ کے وصال کی ہوشربا خبر سنی تو دماغ غائب ہو گیا۔ آنکھوں میں اندھیرا چھا گیا اور دل ڈوب گیا، انا للہ وانا الیہ راجعون

خبر کیا تھی کہ جیتے جی غموں سے کھیلنا ہوگا   وفات شیخ کا صدمہ بھی ہم کو جھیلنا ہوگا

یقین فرمائیں کہ حضرت شیخ کے وفات کی خبر خرمنِ امن و سکون پر برقِ خاطف بن کر گری، اس اندوہناک حادثہ کے اثرات کے اظہار کے لئے الفاظ کی وسیع دنیا ناکافی ہے...... ع

ندیم ایں قصہ عشق است در دفتر نمی گنجد

حضرت شیخؒ کے ساتھ چار سالوں کی صحبتوں کا ایک ایک دن آنکھوں کے سامنے گھوم رہا ہے اور یہ حسین یادیں اب رلا رہی ہیں ...... ع یادِ ماضی عذاب ہے یارب

صحیح کہا گیا ہے، میں نے وہ دور آنکھوں سے دیکھا ہے جب ایک دفعہ قومی اسمبلی کی نشست پر آپ کے مقابلے میں نیپ کا اجمل خٹک تھا، حریف نے آپ کو ہرانے کے لئے جو لاکھ جتن کئے وہ ایک طویل داستان ہے، مگر یہاں معاملہ برعکس تھا ......

عدو نے لاکھ جتن کئے توڑنے کے لئے یہاں مگر ہوئے سامان جوڑنے کے لئے

اللہ نے آپ کو نمایاں کامیابی عطا فرمائی، اس موقعہ پر بندہ کے شعری تاثرات ترجمان اسلام، خدام الدین اور الحق میں شائع ہوئے تھے، مطلع یہ تھا......

عبد حق تو نے گرایا نیپ کا گرگِ کہن فضلِ حق کا ہات جب تجھ پہ ہوا سایہ فگن

درمیان کے دو ایک شعر یہ تھے ......

عبدحق تو اب تک تھا منبر و محراب میں اب گرج ہوگی تیری آئین کے ابواب میں

چاہتا ہے رب کہ اب تو اس حدیثِ یار کو جا کے بتلادے حکومت کے در ودیوار کو

مقطع یہ تھا......

دعا میری یہ ہے منظوم میں منثور میں ہو تیرے حق کا اجالا مجلسِ دستور میں

حضرت کے شرافت نفس کا یہ عالم تھا کہ جب حضرتؒ کو میری تک بندیوں کا علم ہوا تو خوش ہوئے اور دعائیں دیں، لیکن ساتھ ساتھ اس پر تنبیہ فرمائی کہ اس کا پہلا مصرعہ سخت غلط ہے کیونکہ اس میں آپ کے اس حریف کا جس نے انتخابی معرکہ میں آپ اور آپ کی جماعت کو نیچا دکھانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا تھا، توہین کا پہلو نکلتا تھا۔

چنانچہ حضرت نے ''الحق'' میں اس منظومہ کی اشاعت کی اجازت اس شرط پر دی کہ اس میں پہلا شعر نہ ہوگا...... ع اب انہیں ڈھونڈھیں چراغ رخ زیبا لے کر

حضرت شیخؒ کی رحلت کی بھاری خلا کے تصور اور ہجوم افکار میں حضرت شیخؒ کے موفق للخیر فرزندانِ گرامی اپنی تاریک دنیا کے لئے روشنی کی ایک کرن ہیں اور اگر شیر بخواب ناز ہو چکا ہے، تو اس کے دو شبل بحمد اللہ ان کے علوم و معارف اور ان کی تمام نسبتوں کے امین اور وارث ہیں ......

ع شیر بخواب ناز بہ پہلوئے دو شبل

حضرتؒ کے متعلق کسی دوسرے موقع پر ایک منظوم مدحیہ نوک قلم پر آرہا تھا جو اس وقت خدام الدین لاہور کے ٹائٹل پر نمایاں طور پر شائع ہوا تھا۔ اس کے دو شعر حافظہ میں ہیں......

مسندِ علم و عمل کا پاسباں تو ہی تو ہے　　گلشنِ دین وادب کا باغباں تو ہی تو ہے
صد سکون مجھ کو میسر ہے سمیع کو دیکھ کر　　جس کا ہر قول و عمل ناز و ادا تو ہی تو ہے

حضرت شیخؒ کے رحلت پر نجم المدارس کلاچی میں تین دن تعطیل رہی ختم کلام پاک ہوتے رہے اور تعزیتی اجتماعات بھی ہوتے رہے دو اجتماعات میں حضرت کی وفات کو بجا طور پر عالمِ اسلام کا عظیم حادثہ قرار دیا۔ نجم المدارس کے تیسرے تعزیتی اجتماع میں تحصیل کلاچی اور تحصیل ٹانک کے علماء و فضلاء دین دوست احباب نے کثیر تعداد میں شرکت کی۔ حضرت قبلہ والد صاحب مدظلہ مہتمم مدرسہ ہذا نے حضرتؒ کے علمی اور عملی کارناموں پر ایک گھنٹہ سے زائد تک روشنی ڈالی۔ قومی اسمبلی میں شریعت محاذ کی تشکیل حضرت کا تاریخی کارنامہ قرار دیا اور حضرتؒ کے دو اخص تلامذہ حضرت مولانا سمیع الحق صاحب (دعوابنہ) اور حضرت مولانا قاضی عبداللطیف صاحب (تلمیذ زمانہ دیوبند) کے ذریعہ سینیٹ میں "شریعت بل" کا پیش کرانا حضرت کے اعمال حسنہ میں ایک بنیادی ستون قرار دیا۔

مولانا محمد نافع محمدی، جھنگ

اخبارات و ریڈیو کے ذریعہ جناب کے والد گرامی حضرت مولانا عبدالحق صاحب دامت فیوضہم کے انتقال پُر ملال کی خبر معلوم کر کے نہایت قلق ہوا، آنجناب اکابر علماء کی یادگار تھے اور ان کے ذریعے علمی فیوض و برکات جاری تھے، جو ان کے ارتحال کی وجہ سے اختتام پذیر ہوگئے، اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

جناب محمد سعید (دارالسعید، حویلیاں)

ہر ذی روح کو ایک نہ ایک دن موت آنی ہی ہے۔ مبارک و مسعود ہیں وہ ہستیاں جن کی مبارک زندگیاں اللہ تعالیٰ کے دین کی سربلندی کے لئے گذریں اور گذر رہی ہیں۔ الحمدللہ تبارک و تعالیٰ حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ نے اسی مقصد عظیم کیلئے اپنا سب کچھ وقف فرما رکھا تھا اور دارالعلوم حقانیہ (جیسے دوسرا دارالعلوم دیوبند کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا) کا قیام تو حضرتؒ کا ایک عظیم کارنامہ ہے۔ حضرتؒ کی رحلت پر لاکھوں مسلمان اشکبار ہیں اور ان کی بلندیٔ درجات کے لئے کریم رب کے کریم کے دربار میں دست بدعا۔

مولانا قاضی فضل اللہ شمالی امریکہ

زندگی جہد مسلسل کا نام ہے

حرکت زندہ چیزوں کی فطرت ہے، زندگی حرکت کا تقاضا کرتی ہے اور حرکت سے زندگی رہتی ہے بندہ بظاہر زندہ بھی ہو لیکن حرکت نہ کرے تو وہ جسمانی طور پر اگر زندہ بھی ہے لیکن ذہنی اعتبار سے وہ مردہ ہے۔البتہ یہ ہے کہ حرکت کیسی ہو؟ تو عقل کا تقاضا ہے کہ حرکت کسی بامعنی امر کے لیے ہو ورنہ تو یہ حرکت ضیاع وقت اور ضیاع توانائی ہے، ایک لغو اور بے ہودہ کام ہے۔

ہمیں اللہ تعالیٰ نے عدم سے نکالا اور وجود دیا جو کسی وقت تک باقی رہے گا۔اس عدم سے نکلنا وجود میں آنا ہی اس بات کی غماز ہے کہ حرکت کرو، بے جان اور مردہ نہ ہو اور پھر یہ کہ یہ جو وجود ہے یہ توقتی ہے، عارضی ہے اور ہر کسی نے ایک دائمی وجود و بقاء کی طرف کوچ کرنا ہے یعنی کوچ ہے عدم سے وجود، وجود سے عدم اور عدم سے پھر دائمی وجود کی طرف، یہ ارتقائی سفر ہے ارتقاء منزل نہیں الا آنکہ جب اس کو دوام ملے اور پھر انسان ذی حواس اور ذی عقل ہے۔حکماء کے نزدیک یہ دو اور ان کے ساتھ خبر صادق یہ تین علم کے ذرائع ہیں۔

خبر صادق سے مراد کوئی بھی خبر جو کوئی کسی کو دے اور یہ اس خبر کو صادق سمجھے چاہے وہ حقیقت میں صادق نہ بھی ہو لیکن اس نے تو اس کو سچا جانا اور یوں اس کو اسکے مضمون پر علم حاصل ہوا لیکن مسلمان کے پاس تو یقینی خبر صادق آیا ہے اور وہ ہے وحی۔حواس اور عقل کے ادراک میں تو غلطی کا امکان اور احتمال ہوتا ہے لیکن وحی جب ثابت ہو جائے تو اسمیں تو غلطی کا کوئی گزر ہی نہیں، اس پر تو یقین واذعان پیدا ہوتا ہے۔

اب انسان سماجی بھی ہے ایک دوسرے کے ساتھ باہم رہتا ہے اور انہیں ایک دوسرے کے حقوق و فرائض بھی متوجہ ہوتے ہیں۔اب بندہ زندہ ہو، حرکت بھی کرے، سماجی ہو ایک دوسرے کے حقوق کا بھی خیال رکھے تو یہ ایک گونہ مشکل کام تو ہے وہ بات بھی کرے گا، کام اور عمل بھی کرے گا۔ بعض باتوں اور کاموں کا تعلق صرف اسکی ذات سے ہوگا لیکن دیگر باتوں اور کاموں کا تعلق اوروں سے بھی بنتا جائے گا۔وہ بات کرے تو ایسی کہ دل حرکت پر مجبور ہو اور حرکت کرے تو سوچے ایسی

حرکت نہ ہو کہ اس کا اپنا دل سسکیاں لے لے کے چلتا رہے۔ بات اوروں سے متعلق ہو تو ہوائی بات نہ ہو بلکہ اسے عملی تائید بھی حاصل ہو۔ یعنی وہ اگر نصیحت کی بات کرے تو خود اس کا عملی نمونہ پیش کرے، کام اور عمل خیر کا ہو اور بات کرنے والا وہ کرے تو اس کی بات کا بھی اثر ہوتا ہے اور لوگ اس کی عملیت سے متاثر بھی ہوتے ہیں، معاشرہ میں بھی زیادہ لوگ اگر خیر کی بات بھی کریں اور خیر کے کام بھی کریں تو وہ تھوڑے جو برے کام کرتے ہیں وہ بھی دھیرے دھیرے رکتے رہتے ہیں اور اگر وہ تھوڑے لوگ خیر کا کام نہ بھی کرتے ہوں تو اکثریت کے خیر کی باتوں اور خیر کے کاموں سے متاثر ہو کر وہ بھی دھیرے دھیرے خیر کا کام شروع کرتے ہیں۔ یعنی گناہ کرنے والے کو گناہ میں اکیلا کرنا اس کی اصلاح کا ذریعہ بن جاتا ہے کہ کوئی بھی بندہ اکیلا رہ کر گناہ میں نہیں رہ سکتا۔ اس طرح گناہ کا تدارک ہوتا ہے اور معاشرے میں اگر ایک سے زیادہ گناہ کرنے والے موجود ہوں تو اس کا ارتکاب گناہ ایک دوسرے کے لئے حوصلہ افزائی کا باعث بنتا ہے۔

معاشرہ میں رہ کے بے جا ٹکرانے سے گریز لازمی ہوتا ہے، بچ نکلنے میں خیر ہے۔ سوچ مثبت ہو تو ذہن آسودہ رہتا ہے اور عمل مثبت ہو تو پوری زندگی آسودہ ہو جاتی ہے۔ معاشرہ سے الگ تھلگ تو نہیں رہ سکتے انسانوں کے علاوہ دیگر انواع مخلوقات بھی جوڑوں میں ہوتے ہیں خصوصاً جو حرکت کرتے ہیں۔ ستارے اور سیارے جو افلاک میں متحرک ہیں ان کے بھی جوڑے ہوتے ہیں اس کی حرکت ایک دوسرے سے منسلک اور ایک دوسرے پر موقوف ہوتی ہے اور پھر وسیع انداز میں ساروں کی حرکت ایک دوسرے پر موقوف ہوتی ہے کہ ایک نظام ہے جڑا ہوا۔ خدا اگر دو ہوتے تو نظام نہ چلتا لَوْ كَانَ فِيهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا اور مخلوق اگر جوڑوں میں نہ ہو تو نظام نہیں چلے گا۔

دنیا کا سیاسی نظام جب جب یونی پولر یعنی یک قطبی ہو جاتا ہے اور ایک پاور ہوتا ہے اس میں تو دنیا کا سیاسی نظام غیر متوازن اور ہچکولے کھاتا رہتا ہے۔ بائی پولر یا دو قطبی نظام نسبتاً متوازن ہوتا ہے۔ حرکت و مشقت زندگی کی مٹھاس اور لذت ہے۔ خاندان بھی وہی متوازن اور نسبتاً خوش حال رہتا ہے جس میں سارے حرکت اور مشقت میں لگے ہوتے ہیں ورنہ وہاں ہر وقت ٹینشن اور تو تو میں میں رہتا ہے۔ زندگی میں مشکلات آتی ہیں اور وہ وقت ہوتا ہے جس میں بندے کی خوبیاں آشکارا ہو جاتی ہیں کہ یہ کیا کر سکتا ہے جن پر تا حال مشکل حالات نہیں آئے ان کو تو خود اپنی پہچان بھی نہیں کہ وہ کتنے پانی میں ہیں۔ سو مشکلات سے گھبرانا نہیں اسے خندہ پیشانی اور جوان مردی سے فیس کرنا ہے۔

مصیبت میں بشر کے جوہر مردانہ کھلتے ہیں
مبارک بزدلوں کو گردش قسمت سے ڈر جانا

تکلیفات بندے کو بنا بھی سکتی ہے اور بگاڑ بھی سکتی ہے۔ باب جانسن نے کہا ہتھوڑا شیشے کو توڑتا ہے لیکن لوہے کی دھار کو تیز کر کے اسے کارآمد بنا دیتا ہے۔ پھلدار پیڑ آسانی سے نہیں اُگتے نہ بارآور ہوتے ہیں اس کے لیے مشقت کرنی پڑتی ہے۔ بیکار جھاڑیاں خود اُگتی رہتی ہیں، بندے نے پھلدار بننا ہے جھاڑی نہیں۔ آزمائش میں دریافت بھی ہوتے ہیں اور ایجادات بھی۔ چیلنج آئے تو اس کو قبول کرو! مصیبت نہ دیکھی ہو تو راحت کی کیا آؤبھگت کرو گے۔ جس وقت بھی کسی کام کا فیصلہ کرنا چاہتے ہو تو خوب سوچو! سوچ کے مطمئن ہوئے تو تحفظات ایک جانب رکھ کر عمل کے لیے قدم بڑھاؤ۔ چین والے جب تک بے ہمت پڑے تو افیون کھا کھا کر ہر وقت خوابیدہ رہتے جب انہوں نے کچھ کرنے کا عزم کیا تو اب اوروں کی نیندیں حرام کر دی ہیں اور وجہ ظاہر ہے وہاں ہر بندہ مشقت کرتا ہے چاہے کروڑ پتی ہو۔ ان کو لیڈرز ایسے ملے جو ورکرز اور مشقت کرنے والے تھے انہوں نے ان کو کام کا عادی بنایا، وہاں ایک سنٹرل کمانڈ سسٹم ہے اور لیڈرشپ ایک محنتی اور دیانتدار ہے، ہمیں تو طریقہ نہیں آیا بلکہ یہ کہ آج تک ہم فیصلہ نہ کر پائے کہ ہم زراعتی قوم ہیں، صنعت کار ہیں کہ مزدور ہیں؟ ہم تو کبھی صنعتوں کو قومیانے اور کبھی حکومتی اداروں کو پرائیوٹائز کرتے ہیں اور ہر دو میں تباہی کر دیتے ہیں، وجہ یہ ہے کہ ہم فیصلہ نہ کر پائے کہ ہم سرمایہ دارانہ نظام اور جمہوریت چلانا چاہتے ہیں یا کہ سوشلزم اور سنٹرل کمانڈ والا نظام چلانا چاہتے ہیں، ہم نے تو سیاست کو روزگار اور روزگار کو سیاست سے وابستہ کیا ہے یوں نالائقی اور نا اہلی کا دور دورہ اور میرٹ کا قتل عام ہو رہا ہے، ہمارے ہاں تو نجی اور ذاتی کاروبار بھی حکومت سے تعلق کے اساس پر چلایا جاتا ہے یہ ہر دو کی تباہی ہے، حکومت کی بھی اور کاروبار کی بھی۔ کاروبار کو منڈی کے اصولوں پر چلایا جانا چاہیئے۔ محنت اور سرمائے کا تعلق فطری ہے اس کو جہاں جہاں توڑا جائے تباہی آئیگی۔ باقی اقوام فضاؤں اور خلاؤں کی تسخیر میں مگن، سمندروں کی تہوں میں جا کر دفینے نکالتے ہیں اور ہم اپنی سیاسی اور مالی مفاد کیلئے کبھی قوم اور قبیلے کے اساس، کبھی مذہب و مسلک کی بنیاد جذبات ابھارتے ہیں اور ملت کو تقسیم در تقسیم کرتے رہتے ہیں۔ وہ اپنی تعمیر میں مگن ہیں اور ہم اپنی تخریب میں۔ ایسے میں نتیجہ کیا ہوگا؟ زبوں حالی اور غلامی۔

تو آئیں سوچیں کیا ہم زندہ ہیں؟ سماجی ہیں؟ حواس اور عقل رکھتے ہیں؟ حرکت کر سکتے ہیں؟ اگر واقعی ہم سماجی، ذی عقل اور زندہ ہیں تو زندگی جہد مسلسل کا نام ہے۔

مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی
ناظم دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ، بھارت

مولانا فضل ربی ندویؒ

مولانا فضل ربی ندویؒ ایک متحرک انسان، فعال، اشاعت علم اور خدمت فکر اسلامی سے دلچسپی رکھنے والے اور اس کے لیے کام انجام دینے والے فرد تھے، مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ سے ان کا قریبی ربط رہا تھا، ان کی فکروذہن کی اشاعت کا اہم کام پاکستان میں انہوں نے اپنایا، ان کی اور ان کے ہم مذاق اور داعی صفت حضرات کی کتابوں کو مجلس نشریات اسلام نام کا ادارہ قائم کرکے شائع کیا اور صرف شائع ہی نہیں کیا، بلکہ کوشش کی کہ وہ زیادہ سے زیادہ حلقوں میں پہنچیں، ان کتابوں کا بڑا حصہ وہ ہے جو لکھنؤ میں حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کے قائم کردہ ادارہ مجلس تحقیقات ونشریات اسلام (المجمع العلمی الاسلامی) کے ذریعہ سامنے آیا اور کراچی میں مجلس نشریات اسلام کے ذریعہ عام ہوا جس کیلئے مولانا فضل ربی ندوی کی خدمات اور کوششیں ناقابل فراموش ہیں، انہوں نے مجلس صحافت ونشریات ندوۃ العلماء لکھنؤ کی کتابیں اور نصابیات بھی شائع کیں اور طبقۂ خواص وطبقۂ عوام دونوں میں اس کا اچھا اور مؤثر تعارف کرایا اور جو مناسب شکلیں اس کی تھیں انہیں بھی استعمال کیا، جس کے اچھے نتائج سامنے آرہے ہیں۔ مولانا فضل ربی ندوی کا تعلق پنجابی سوداگران دہلی سے تھا اور یہ برادری کاروباری ہونے کے ساتھ خاصی مذہبی رجحان رکھتی تھی، یہ ۱۹۵۷ء کی بات ہے کہ وہ کلکتہ میں ایک انگلش اسکول میں زیر تعلیم تھے، اس وقت ان کی عمر ۱۵؍سال تھی، اس طرح ان کی پیدائش ۱۹۴۲ء کی ہوتی ہے، ان کے والد ماجد حاجی محمد عارفین (شیشہ والے) تبلیغی جماعت سے خاص تعلق رکھتے تھے اور حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی سے اور ان کے توسط سے ندوۃ العلماء سے بھی بڑا تعلق تھا، انہوں نے اس محبت وتعلق اور دین کو دنیا پر ترجیح دینے کے جذبہ وعمل سے اسکول سے اپنے ان ہونہار فرزند کو نکال کر دارالعلوم ندوۃ العلماء بھیج دیا، جہاں ان کا تعلیمی قیام ۱۹۶۴ء تک رہا اور عالمیت کی پوری تعلیم حاصل کی اور اس دوران ان کو حضرت مولانا کی پوری سرپرستی اور نگرانی حاصل رہی اور ہم لوگوں سے بھی ان کا اچھا ربط رہا، چونکہ دارالعلوم ندوۃ العلماء میں میرے ذمہ تدریسی خدمت تھی اس لیے اس کے ذریعہ بھی ان سے ربط رہا اور قدر رہی، وہ ندوے کے اپنے سات سالہ قیام میں حضرت مولاناؒ کی مجلسوں میں بیٹھنے کا بھی اہتمام کرتے، جب ان کا لکھنؤ میں قیام شہر میں واقع مرکز دعوت وتبلیغ کچہری روڈ میں تھا اور حضرت مولانا محمد منظور نعمانی بھی وہاں قیام فرماتے تھے، ان سے بھی ان کا ربط قائم ہوا اور حضرت مولانا

سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ان کے وطن دائرۂ شاہ علم اللہ تکیہ کلاں رائے بریلی بھی وہ حاضر ہوتے اور چھٹیاں گزارتے، یہ جو دینی وایمانی تعلق قائم ہوا اس نے خاص اثر دکھایا جب ۱۹۷۲ء کے موسم حج میں حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے برادرزاد اور معتمد اور میرے ماموں زاد بھائی مولانا سید محمد الحسنی رحمۃ اللہ علیہ (بانی مدیر البعث الاسلامی) سے ان کی اچھی ملاقات اور مشورے وتبادلۂ خیال ہوتے، یہاں تک کہ کراچی میں مجلس نشریات اسلام کے فیصلہ کی بات سامنے آئی اور محمد میاں مرحوم نے مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کو یہ تفصیلات بتائیں، حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے یہ دل کی آواز تھی، اس پر حضرت مولانا نے مولوی فضل ربی ندوی مرحوم کو تہنیت نامہ لکھا جس میں یہ لکھا تھا کہ: ’’محمد میاں سے یہ معلوم کرکے بڑی خوشی ہوئی کہ تم ایک ایسا مکتبہ اور دارالاشاعت قائم کرنا چاہتے ہو جس کا خاص مقصد ہماری تصنیفات اور مجلس تحقیقات ونشریات اسلام لکھنؤ کی مطبوعات کی پاکستان میں اشاعت ہو، ہم بہت طویل عرصہ سے اس کی سخت ضرورت محسوس کررہے تھے کہ منظم اور ذمہ دارانہ طریقہ پر ہماری کتابیں اور مجلس کی اہم مطبوعات پاکستان میں طبع ہوں اور ان کی ان حلقوں میں اشاعت ہو اور ان لوگوں کے ہاتھوں میں پہنچے جو خاص طور پر ان کتابوں کے مخاطب ہیں، ہماری بہت سی کتابیں ایسی ہیں جن کی اشاعت کی وہاں زیادہ ضرورت اور افادیت ہے، لیکن ابھی تک کوئی ایسا ذمہ دار ناشر نہیں ملا، جو اسکو ایک مقصد اور ایک اہم دینی خدمت کے طور پر انجام دے اور اسکا ذہن بقدر ضرورت تاجرانہ کے ساتھ داعیانہ ہو، اگر تم اس کام کیلئے تیار ہو اور تم اس کو ایک اہم خدمت سمجھتے ہو تو ہم تم کو دوسروں پر کھلی ترجیح دیں گے اور ہم کو اس سے زیادہ خوشی ہوگی، تم بھی اس طرح اس حق کو ادا کرسکو گے جو ہمارا تمہارے اوپر عائد ہوتا ہے۔‘‘
(مکتوبات حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی: ج ۵/ص ۳۶۹۔۳۷۰)

مولانا فضل ربی ندویؒ نے بڑے جذبہ، ہمت اور قوت سے کام لے کر اس خدمت کو انجام دیا جس کا بڑا اچھا اثر ظاہر ہوا اور حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی انہیں بڑی دعائیں اور توجہات حاصل ہوئیں، ان کا یہ تعلق پرانا تھا، جو ان کے والد حاجی محمد عارفین (شیشہ والے) اور خاندان کے دوسرے افراد سے بھی تھا اور جب حجاز مقدس کا سفر (حضرت مولاناؒ ۱۹۴۷ء کے اس سفر میں خاندان کے اور بھی افراد تھے) کراچی کے راستہ سے ہوا تھا اور ان کے بعض افراد خاندان نے ضیافت کی تھی، جہاں حاجی عبدالجبار صاحب وحاجی عبدالستار صاحب کے یہ لوگ مہمان رہے تھے (جو کراچی کے مخیّر تاجر تھے اور دعوت وتبلیغ کے کام سے جڑے ہوئے تھے) اور جب حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۹۶۰ء کے موسم سرم میں برما کا سفر کیا اور وہ کلکتہ کے راستہ سے تھا، کلکتہ کا قیام حاجی محمد عارفین مرحوم کے یہاں تھا اور سفر کے سلسلہ میں ساری قانونی کارروائیاں اور انتظامات حاجی صاحب نے کیے اور بڑے تعلق کے ساتھ میزبانی فرمائی تھی، اس وقت

حضرت مولانا کے رفیق سفر مولانا معین اللہ ندوی مرحوم (سابق نائب ناظم ندوۃ العلماء) تھے، ان کو ندوۃ سے اتنا تعلق ہوگیا تھا کہ نہ صرف اپنے بڑے فرزند مولوی فضل ربی ندوی کو ندوہ تعلیم کے لیے بھیجا بلکہ ندوہ کی خدمت کے لئے ہمیشہ خواہشمند اور تیار رہتے تھے اور اس کے لیے کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے تھے، ان کی ان خوبیوں اور بعض دوسری خوبیوں کا تذکرہ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے اپنے مضمون "حاجی محمد عارفین صاحب دہلوی (شیشے والے)" میں کیا ہے جن کی ۱۶/اپریل ۱۹۸۰ء کو کراچی میں وفات ہوئی تھی اور اس سے ایک ڈیڑھ سال قبل ۱۹۷۸ میں کراچی میں رابطہ عالم اسلامی کی ایشیائی کانفرنس میں جب حضرت مولاناؒ نے شرکت فرمائی تھی اور ان کے ساتھ مولانا معین اللہ ندوی، مولانا سید محمد الحسینی مرحوم اور مولانا اسحاق جلیس ندوی مرحوم وغیرہ بھی تھے، وہاں بھی حاجی محمد عارفین مرحوم نے بڑی محبت وتعلق کا اظہار فرمایا، جس کو حضرت مولانا نے اپنے اس مضمون میں بزرگانہ اور مشفقانہ اداؤں اور محبت وشفقت سے تعبیر کیا ہے اور ان کے انتقال کو ایک ذاتی صدمہ کے طور پر محسوس کیا تھا کہ جیسے ایک بزرگ خاندان کی وفات ہوئی ہو۔ حضرت مولاناؒ اور ندوہ سے اس تعلق کو مولانا فضل ربی ندویؒ نے قائم ودائم رکھا اور حضرت مولانا کی وفات کے بعد ان کے متعلقین سے تعلق رکھا اور نہ آنے کی صورت میں فون کے ذریعہ ان کی خیریت معلوم ہوتی اور تعلق کی تجدید ہوتی، انہوں نے کتابوں کے اشاعت کے کام کو دینی دعوتی خدمت سمجھ کر کیا اور ایک مشن سمجھ کر اس میں آخر تک لگے رہے۔ مولانا فضل ربی ندویؒ کو ہندوستان آمد ورفت میں دشواری ہوتی تو وہ اس کی کمی بلاد عرب میں ملاقات اور اپنی مراسلت کے ذریعہ پوری کرلیا کرتے تھے، ان کی مراسلت کا ایک اچھا خاصا ذخیرہ جمع بھی ہوگیا تھا جس میں اہم اور ضروری خطوط کا انتخاب کرکے اس کو انہوں نے اپنے ادارہ "مجلس نشریات اسلام" کراچی سے "مفکر اسلام مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نوراللہ مرقدہ کے خطوط بنام فضل ربی ندوی ناظم مجلس نشریات اسلام کراچی" کے عنوان سے شائع کیا جس پر خود ان کے قلم سے اس میں اشاعتی کام کی روداد وتعارف بھی ہے اور راقم سے بھی انہوں نے اس کیلئے ابتدائی سطریں چاہی تھیں، وہ بھی شامل ہیں۔ ان کا اشاعتی سفر جاری تھا اور توقع تھی کہ ابھی اسی سرگرمی سے جاری رہے گا کہ ایک روز انکے بڑے فرزند مولوی حافظ محمد زبیر صاحب کا کراچی سے فون آیا کہ والد صاحب کی طبیعت بہت ناساز ہے، دعا فرمائیں اور ایک ہی دو روز میں یہ افسوسناک خبر ملی کہ وہ اب دنیا میں نہیں اور اپنی دینی، علمی، دعوتی واشاعتی جذبات وحسنات کا حقیقی وابدی صلہ حاصل کرنے اپنے مالک حقیقی کے حضور پہنچ گئے۔ یہ سانحہ ۲۳ دسمبر ۲۰۲۰ء کو کراچی میں پیش آیا، جہاں انہوں نے ہجرت کی تھی اور اس کو اپنا دارالعمل بنایا تھا، ان کے پسماندگان میں اہلیہ اور اولادیں ہیں، صاحبزادگان مولوی حافظ محمد زبیر، مولوی حافظ محمد صدیق اور حافظ محمد عثمان ان کے اشاعتی کاموں میں معاون ورفیق بھی رہے ہیں، امید ہے وہ ان کے اشاعتی کام کو مشن کے طور پر جاری رکھیں گے۔ (بشکریہ "تعمیر حیات" لکھنؤ)

پروفیسر ڈاکٹر اکرام الحق یسین
سیکرٹری اسلامی نظریاتی کونسل حکومت پاکستان

جدید جمہوریت اور نفاذ اسلام پاکستان کے تناظر میں

کتاب اسلام اور جمہوریت، ایک متبادل بیانیہ مصنفہ محمد اسرار مدنی نظر نواز ہوا۔ ماشاء اللہ مصنف نے بہت محنت کی ہے اور اس کتاب میں تقریباً ان تمام امور کا ذکر آ گیا ہے جو وقتاً فوقتاً مختلف ورکشاپس اور سیمینارز میں زیر بحث آتے رہے۔ مصنف نے قرآن وسنت کی نصوص اور سلفِ امت کے افکار واقوال کی روشنی میں بھی جمہوریت کا جواز پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ باب ہفتم میں قرارداد مقاصد اور ۳۱ علماء کے ۲۲ نقاط کا ذکر اور محترم ڈاکٹر قبلہ ایاز کے قلم سے تحریر شدہ پیغامِ پاکستان کی روشنی میں ضابطہ اخلاق کو بھی بہت اچھے طریقے سے کتاب میں سمودیا گیا ہے۔ شورائی نظامِ سیاست پر بیرسٹر ظفر اللہ خان صاحب کی گفتگو پر مشتمل ضمیمہ بھی کتاب کا حصہ ہے۔ یہ بہت مفید علمی مواد ہے، جس کا مطالعہ ہماری دینی فکر کے حاملین اور داعی حضرات کو تسلسل کے ساتھ کرنا چاہیے۔

متبادل بیانیہ سے اتفاق نہیں

جہاں تک متبادل بیانیہ کی اصطلاح کا تعلق ہے تو مصنف کے حسن نیت پر اللہ ان کو جزائے خیر دے، مگر عاجز کو یہاں اس اصطلاح سے کچھ اتفاق نہیں۔ اسلامی تاریخ میں جو حکومتیں قائم ہوتی رہیں انہوں نے مختلف ماحول دیکھے اور اسلامی فقہی ذخیرے نے مختلف معاشروں، نیز مختلف سماجی، معاشرتی اور جغرافیائی حالات میں زندہ مسائل کے حل پیش کیے اور یہ ذخیرہ اس قدر وسیع اور کثیر الجہت ہے کہ ہمارے فقہاء کو وقتاً فوقتاً حالات اور زمانے کی رعایت رکھتے ہوئے اس میں بھی مفتی بہ اور غیر مفتی بہ کا تعین کرنا پڑا۔ میرے خیال میں فقہاء کی یہ کاوش اور یہ تعبیر منفی نہیں، مثبت ہے اور اس کا تعلق حالات اور زمانے کی رعایت کے ساتھ ہے جسے فقہاء نے عرف کے نام سے مستقل ماخذِ قانون قرار دیا ہے، عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ آپ کوئی بھی بیانیہ لے لیں، جمہوریت کا ہو، حقوق انسانی کا ہو، اقلیتوں کے حقوق کا ہو یا سرکاری یا پرائیویٹ جہاد کا ہو، اسلامی لٹریچر کی طرف رجوع کرنے سے ہر بیانیے کے قائلین اور مخالفین سب کی فلاسفہ کے ہاں بھی بحثیں ملیں گی، علم کلام میں بھی مضامین ملیں گے، سیاسیات میں بھی افکار ملیں گے اور فقہی ذخیرے میں کلیات اور جزئیات بھی میسر

آ جائیں گے۔ اسی کی روشنی میں اسلام اور جمہوریت کے حوالے سے اصطلاحات کے ارتقا پر نظر ڈالی جاسکتی ہے، اس کا مضمون ہمیں اسلامی ذخیرے میں مل جائے گا۔

علامہ اقبال اور تحریک پاکستان

پھر تحریک پاکستان کے دوران اور اس سے کچھ پہلے علامہ اقبال کی جس طرح اٹھان ہوئی کہ روایتی علما کے ہاتھوں عربی وفارسی تعلیم پر ان کی بسم اللہ ہوئی اور درس ومطالعہ کے مختلف مراحل سے گزرتے ہوئے انہوں نے جدید فلسفے میں جا کر پی ایچ ڈی کی۔ ان کی بیرسٹری کو جدید فقہی بصیرت سمجھ لیں۔ علامہ اقبال کی تحریریں اور کلام ہمیں ایک منجھے ہوئے اسلامی مفکر کے افکار کا نتیجہ نظر آتے ہیں، ۱۹۰۸ء سے جو انہوں نے جدید سیاسیات پر مضامین لکھے اور جس طریقے سے مسلم قومیت کا مسئلہ عرب کے قبائلی قومیتوں سے نکل کر اسلام کی نظریاتی قومیت کی تشکیل سے شروع کیا اور ۱۹۲۹۔۱۹۳۰ء کی لندن کی راؤنڈ ٹیبل کانفرنس تک اسے تسلسل کے ساتھ لے کر چلے اور ۱۹۳۰ء میں خطبہ الہ آباد میں اسی کی بنیاد پر ایک مسلم سیاسی وحدت کا تصور پیش کیا۔ اس سب کے بعد اسلام اور جمہوریت کو متبادل بیانیہ قرار دینے کا کوئی معنی نظر نہیں آتا۔

قائداعظم اور مسلم قومیت

پھر قائداعظم جو عرصہ دراز تک ہندوستانی متحدہ قومیت اور وطنیت کے نہ صرف قائل رہے بلکہ آئین کے اندر رہتے ہوئے مسلمانوں کو ایک اقلیت کے طور پر تعارف دلانے کی جدوجہد کرتے رہے۔ جب علامہ اقبال کے ساتھ ان کا بار بار تبادلہ خیالات ہوا تو ۱۹۳۷ء کے بعد ان کی تقاریر اور تحریریں علامہ اقبال ہی کی زبان بولتی نظر آئیں۔ ۸ مارچ ۱۹۴۴ء کو جب انہوں نے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے طلبہ سے خطاب کیا تو اس میں مسلم قومیت کا وہی نقشہ کھینچا جو علامہ اقبال نے ۱۹۰۸ میں بتایا تھا۔ قائداعظم کے اس خطاب کا یہ جملہ بہت مشہور ہوا کہ پاکستان کی ابتدا ہندوستان میں مسلم حکومت قائم ہونے سے بہت پہلے اسی وقت ہوگئی تھی جب یہاں پہلا غیر مسلم مسلمان ہوا تھا۔ یہ جملہ تحریر وتقریر میں بہت نقل کیا جاتا ہے۔ مگر دراصل اس پر قائد کی بات مکمل نہیں ہوتی، قومیت کی تشکیل میں اس کے بعد والے دو جملے بھی اہم ہیں جنہیں یہاں نقل کرنا بے جا نہ ہوگا۔ قائد نے کہا تھا جوں ہی ایک ہندو نے اسلام قبول کیا، اس کیساتھ ہی وہ نہ صرف دینی طور پر اپنے ماحول سے باہر ہوگیا بلکہ معاشرتی، ثقافتی اور معاشی طور پر بھی اس سے الگ ہوگیا۔ اسلام نے اس پر یہ فرض عائد کر دیا تھا کہ بطور مسلمان وہ اپنی شناخت اور انفرادیت کو کسی اجنبی معاشرے میں تحلیل نہ کرے، صدیاں گزر گئیں

اور اس دوران ہندو ہندو رہے اور مسلمان مسلمان ہی رہے، انہوں نے اپنی اپنی وحدتوں کو تحلیل نہیں کیا۔ یہی چیز پاکستان کی بنیاد تھی۔ پھر تحریک پاکستان میں علماء اور مشائخ کی بھرپور شرکت نے متبادل بیانیے کی بجائے اسے اسلام کے نظامِ امت کے ہمہ جہت اور شمولیتی مزاج کو عصر حاضر کے چیلنجز وتحدیات میں زندہ وتابندہ رہنے والا ثابت کرکے دکھایا، چنانچہ قرآن وسنت اور فقہی ذخیرے کی موجودگی میں بھی دستور بنانے اور اسلامی پارلیمان کے ذریعے قانون سازی کرنے کی نہ صرف یہ کہ علاومشائخ نے حمایت کی بلکہ تحریکِ پاکستان میں شرکت کیساتھ ساتھ اس کیلئے عملی کردار ادا کیا۔

اسلامائزیشن کیلئے کمیٹیاں

۱۹۴۱ء میں نواب سعید خان چھتاری کی مالی معاونت سے نواب محمد اسماعیل خان کی سربراہی میں ایک کمیٹی تشکیل دی گئی تھی جس کے کنوینر مولانا سید سلیمان ندوی تھے اور اس کے ممبران میں مولانا شبیر احمد عثمانی، مولانا آزاد سبحانی، مولانا سید ابوالاعلی مودودی، مولانا عبد الحامد بدایونی، مولانا عبد الماجد دریا آبادی اور ڈاکٹر ذاکر حسین جیسے لوگ شامل تھے۔ اس کمیٹی کے تحت مولانا محمد اسحاق سندیلوی نے دستور کا ایک مسودہ تیار کیا، جس کا پہلا حصہ دستور کی ضرورت، فلسفہ اور اسلامی سیاسی فکر کے ارتقائی مراحل پر مشتمل تھا اور دوسرے حصے میں دستور کی عملی دفعات کو مضمون وار مرتب کیا گیا تھا۔

یہ مسودہ کمیٹی کے تمام ارکان کو بھیجا گیا تھا، انہوں نے اس پر اپنی آرا بھی لکھیں مگر مولانا سید سلیمان ندوی اور دیگر علمائے کرام کی مسلسل علمی، فکری اور سیاسی مصروفیات کی وجہ سے اسے حتمی شکل دینے میں تاخیر ہوئی۔ بعد میں یہی مسودہ اسلام کا سیاسی نظام کے عنوان سے شائع ہوا۔ یہ اب بھی مارکیٹ میں دستیاب ہے۔ اس کے بعد کی دستوری کاوشوں کی بھی اپنی تاریخ ہے۔ اس کتاب میں ۳۱ علما کے ۲۲ نقاط کا ذکر کیا گیا۔ اس پر یہ اضافہ کیا جاسکتا ہے کہ پاکستان بننے کے بعد ۱۹۴۸ء میں علما کی جو کمیٹی بنی تھی اور جس میں ہندوستان سے ڈاکٹر حمید اللہ صاحب اور مولانا مناظر احسن گیلانی تشریف لائے تھے جبکہ پاکستان سے مولانا شبیر احمد عثمانی، مولانا مفتی محمد شفیع، مولانا احتشام الحق تھانوی اور مولانا ظفر احمد انصاری شامل تھے۔ ان حضرات نے ابتدائی دستوری مسودہ تیا کرکے دیا تھا۔ غالباً یہی مسودہ مزید اضافہ جات کے بعد قرارداد مقاصد کی بنیاد بنا۔ پھر خود قرارداد کی تیاری اور تائید میں علما کا کردار، دستور ساز اسمبلی میں ان کی تقریریں، دستور کو قرارداد مقاصد کے مطابق بنانے کے لیے بورڈ آف تعلیمات اسلامیہ کی تشکیل اور بنیادی اصولوں کی کمیٹی کی ذیلی کمیٹی برائے صوبائی دساتیر وتقسیم اختیارات کے ساتھ مسلسل نشستوں کے نتیجے میں تیار ہونے والی بورڈ کی رپورٹیں اس فکر کی سند متصل کا درجہ رکھتی ہیں۔ یہ رپورٹیں اسمبلی کے ریکارڈ کا حصہ ہیں۔ انہیں اپنی اصل شکل میں مفتی اعظم

پاکستان مفتی محمد شفیع عثمانی صاحب نے اپنی تازہ کتاب پاکستان کے قیام، دستور سازی اور اسلامی نظام کی ترویج میں ہمارے اکابر کا کردار اور طریقہ کار میں ضمیمہ کے طور پر مکمل شائع کر دیا ہے۔ اس کے بعد دستور ساز اسمبلی کی قائم کردہ بنیادی اصولوں کی کمیٹی کی پہلی رپورٹ شائع ہوئی تو عوامی رائے جاننے کے لیے اس کو اخبارات میں شائع کیا گیا۔ اس کے جواب میں عوامی خطوط کے انبار لگے اور ایک زمانے میں دستور ساز اسمبلی نے عوامی آرا اور بورڈ آف تعلیمات اسلامیہ کی آرا پر مشتمل ایک رپورٹ مرتب کی جو پاکستان کے دستوری ریکارڈ کا حصہ ہے۔ اخبارات میں رپورٹ شائع ہونے کے نتیجے میں کراچی میں تمام مکاتب فکر کے علماء کے بار بار اجتماعات ہوئے جن میں بورڈ آف تعلیمات اسلامیہ کے چیئرمین، سیکرٹری اور ممبران بھی شریک ہوتے رہے اور اس سب کے بعد ۲۲ نکات مرتب کر کے حکومت کو دے دیے گئے۔ انہی کاوشوں کے نتیجے میں پاکستان کا دستور مرتب ہوا۔

لاہور میں عالمی رہنماؤں کا اجلاس

دستور مرتب ہونے کے جلد ہی بعد ۲۹ دسمبر ۵۷ء سے لیکر ۸ جنوری ۵۸ء تک انٹرنیشنل اسلامک کلوکیم (الندوة العالمية للاسلاميات) لاہور میں منعقد ہوا جس میں عالم اسلام سے ہی نہیں بلکہ دنیا بھر سے محققین اور مفکرین کی ایک کثیر تعداد شریک ہوئی اور انہوں نے اسلامی نظام سیاست اور نظام معاشرت پر اپنے مقالات پیش کیے جو انتہائی محدود تعداد میں ۱۹۶۰ء میں پنجاب یونیورسٹی نے شائع کیے۔ ان میں عربی مقالات بھی ہیں، اردو بھی اور انگریزی بھی۔ اتنی اعلی پیانے پر جمہوری عمل میں شرکت اور اسلامی جمہوری نظام کی وضاحت کے بعد متبادل بیانیہ کا لفظ تھوڑا سا بے محل نظر آتا ہے۔

اللہ تعالی نے مصنف کو بڑی توفیق سے نوازا ہے اور ان کی ٹیم مسلسل اس موضوع پر ورکشاپس اور فکری نشستیں منعقد کرتی رہتی ہے۔ میرے خیال میں ضرورت اس بات کی ہے کہ اس موضوع پر اسلام کے جدید مفکرین کی فکری کاوشوں کا مطالعہ بھی کیا اور کرایا جائے اور مسلم امہ اور بالخصوص پاکستان کی اسلامی جمہوری قوم کو خودی، خود اعتمادی اور عطا و تقسیم کے جذبے سے سرشار کرنے کی کوشش کی جائے۔ گھٹا گھٹا ماحول، احساس قصوروار یت، پیچھے رہ جانے پر آہیں بھرنا اور ہر بات پر احساس کم مائیگی اور کمتری قوموں کی تباہی کا ذریعہ بن سکتا ہے، ترقی اور خود اعتمادی کا نہیں۔ میں ایک بار پھر آپ کی اس عظیم کاوش پر مصنف کو مبارکباد پیش کرتا ہوں اور عرض کرتا ہوں کہ ان چیزوں کا مطالعہ امید ہے جدید نظام جمہوریت کو مسلم معاشروں میں فروغ دینے اور آگاہی پیدا کرنے میں معاون ثابت ہوگا۔

میری دعا ہے کہ اللہ ان کی صلاحیتوں میں برکت کے ساتھ عصر حاضر کے تقاضوں کے مطابق مزید کام کرنے کی توفیق دے اور اللہ تعالی آپ کی کاوشوں کو قبول فرمائے۔

قرآن وحدیث، علم وحکمت، وعظ ونصیحت، نظم ونثر، کا خزانہ

علماء، طلباء، خطباء، صوفیا کیلئے، مقررین، مدرسین، واعظین کیلئے، اہل دل، اہل نظر، اہل ذوق کیلئے

اسکول، کالج، یونیورسٹی کے پڑھے لکھے حضرات کیلئے، منبر ومحراب کی رونق وآبادی کیلئے

خُطباتِ درخواستی

خطابت کی دنیا کا شاہکار

از افادات

شیخ الاسلام حضرت درخواستی کے علمی جانشین
شیخ المحدثین والمفسرین امام العلماء والصلحاء شیخ الحدیث والتفسیر
شیخ طریقت حضرت مولانا **شفیق الرحمن درخواستی** نور اللہ مرقدہ
بانی۔ جامعہ عبداللہ بن مسعودؓ خان پور

شیخ الحدیث حضرت درخواستیؒ کے جانشین
شیخ الحدیث والتفسیر خطیب اسلام
پیر طریقت حضرت مولانا **حماد اللہ درخواستی** مدظلہ امین وناشر علوم درخواستی
مدیر۔ مرکزی جامعہ عبداللہ بن مسعودؓ خان پور

خصوصیات خطبات درخواستی

☆ خطبات درخواستی شیخ المحدثین والمفسرین حضرت مولانا شفیق الرحمن صاحب درخواستی نور اللہ مرقدہ اور شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا حماد اللہ صاحب درخواستی دامت برکاتہم العالیہ کے شاہکار بیانات کا مجموعہ ہے۔

☆ خطبات درخواستی خطبات کی دنیا میں ایک حسین اور دلنشین اضافہ ہے۔

☆ خطبات درخواستی میں جہاں آپ کو خطابت کا انداز ملے گا وہاں آپ کو ہر موضوع پر آیات قرآنی اور احادیث نبوی ﷺ کا بیش بہا ذخیرہ بھی نظر آئے گا۔

☆ خطبات درخواستی مضامین کے تکرار سے پاک ہے۔

☆ خطبات درخواستی میں ہر جلد کیلئے الگ عنوان، تشخص اور انفرادیت کو قائم کیا گیا ہے۔

☆ خطبات درخواستی میں پورے سال کے تمام اہم اور ضروری جمعہ کے عنوانات پر بیانات موجود ہیں۔

☆ خطبات درخواستی میں وقت اور موقع محل کی مناسبت سے پورے سال کی گردش میں مطلوب تمام اہم اور ضروری عنوانات پر بیانات موجود ہیں۔

☆ خطبات درخواستی میں موجود علم ودانش کا یہ خزانہ آپ کو کہیں بھی یکجا نہ مل سکے گا۔

☆ خطبات درخواستی عالم اسلام کے اہل علم اور اہل ذوق حضرات میں بے نظیر و بے مثال مقبولیت ومحبوبیت حاصل کر چکی ہے۔

☆ خطبات درخواستی میں قرآن مجید کے الفاظ، احادیث کی عبارت اکابرین کے اقوال، عبارت کی درستگی اور اعراب کی صحت پر خصوصی توجہ اور محنت کی گئی ہے۔

☆ خطبات درخواستی میں تحقیق وتخریج کا اعلیٰ معیار قائم کیا گیا ہے۔

☆ خطبات درخواستی کو ظاہری وباطنی خوبیوں سے آراستہ وپیراستہ کر کے آپ کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے۔

ناشر
مکتبہ شیخ درخواستی، مرکزی جامعہ عبداللہ بن مسعودؓ خان پور
گرین ٹاؤن ضلع رحیم یار خان پوسٹ بکس نمبر 5

Web: www.shaikhedarkhwasti.org Mob: 0300-0939448

خطبات درخواستی جلداول (توحید خداوندی) بیانات 10 صفحات 410

عنوانات

توحید باری تعالیٰ، ابراہیم خلیل اللہ، سورہ فاتحہ کی تشریح، انوارالقرآن، انوارالحدیث
خطبہ حجۃ الوداع، خطبہ جمعۃ المبارک، خطبہ عیدالفطر، خطبہ عیدالاضحیٰ، خطبہ نکاح

خطبات درخواستی جلددوم (سیرت النبی ﷺ) بیانات 10 صفحات 425

عنوانات

صورت النبی ﷺ سیرت النبی ﷺ معراج النبی ﷺ معراج کے واقعات، ختم نبوت
رسول کامل ﷺ محبوب کامل ﷺ ساقی کوثر ﷺ میرانبی ﷺ میراپیمبر ﷺ

خطبات درخواستی جلدسوم (صحابہؓ واہل بیتؓ) بیانات 12 صفحات 450

عنوانات

شان حضرت ابوبکر صدیقؓ، شان حضرت عمر فاروقؓ، شان حضرت عثمان غنیؓ، شان حضرت علی المرتضیٰؓ
شان حضرت معاویہؓ، شان حضرت عائشہ صدیقہؓ، عظمت صحابہؓ واہل بیتؓ، عشرہ مبشرہؓ
شان حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، شان حضرت حسنؓ وحضرت حسینؓ، جماعت صحابہؓ، عجائبات صحابہؓ

خطبات درخواستی جلدچہارم (متفرق اسلامی خطبات) بیانات 18 صفحات 450

عنوانات

فضائل ایمان، فضائل استقامت، فضائل علم، فضائل نماز، فضائل رمضان، فضائل حج، فضائل زکوٰۃ
فضائل جمعہ، فضائل عیدین، فضائل قرآن، فضائل قربانی، فضائل درود شریف
فضائل شب برائت، فضائل شب قدر واعتکاف، فضائل ذکراللہ، فضائل اہل اللہ، فضائل تصوف، فضائل صوفیا

مولانا حبیب اللہ شاہ حقانی
رفیق موتمر المصنفین

ڈاکٹر ابوسلمان شاہجہانپوریؒ اور جامعہ دارالعلوم حقانیہ

معروف ادیب و نقاد ڈاکٹر ابوسلمان شاہجہانپوریؒ کی رحلت سے ادبی دنیا میں بہت بڑا خلاء پیدا ہوگیا ہے، جس کا پُر ہونا بظاہر مشکل نظر آتا ہے، ڈاکٹر صاحب مرحوم کا دارالعلوم حقانیہ اور شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ سے والہانہ عقیدت اور مخلصانہ تعلق تھا۔ ۲۰۱۰ء میں دارالعلوم تشریف لائے ، جس کی رپورٹ ''الحق'' میں بھی شائع ہوئی ،مولانا شہیدؒ کے نام ان کے درجنوں خطوط جو کہ ''مکاتیب مشاہیر'' کا حصہ ہیں جو کہ اس تعلق کا بین ثبوت ہیں ۔ذیل میں ان کی دارالعلوم حقانیہ آمد کی رپورٹ اور چند منتخب خطوط نذر قارئین ہیں نیز''الحق'' میں ان کے لکھے گئے مضامین کی فہرست بھی شامل اشاعت کی جارہی ہے۔

ڈاکٹر ابوسلمان شاہجہانپوری کی جامعہ حقانیہ آمد اور ملاقات

جناب ڈاکٹر ابوسلمان شاہجہان پوری کے نام سے کون واقف نہیں۔ آپ ایک ادیب، مؤرخ، سکالر، پروفیسر اور استاد اور الغرض بے شمار خوبیوں سے آراستہ اور متعدد کمالات سے متصف ہیں؟ زمانہ طالب علمی سے استاد محترم حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی مدظلہ سے نام سنا کرتا تھا۔ آپ ان کے کتابوں کا ذکر فرماتے، لاشعوری کے اس دور میں احقر نے حضرت الاستاد کی تحریک پر آپ کی دو کتابیں ''مفتی کفایت اللہ ایک سیاسی مطالعہ'' اور''شیخ الہند ایک سیاسی مطالعہ'' خریدیں اور پڑھیں۔ بس پھر کیا تھا ڈاکٹر ابوسلمان کے نام سے عشق ہوگیا جو بھی کتاب سامنے آتی خریدتا۔ امام الہند حضرت مولانا ابوالکلام آزاد کی شخصیت پر تو آپ کی کتابیں بے شمار ہیں۔ ملاقات کی آرزو تھی۔ کئی مرتبہ کراچی کا سفر کیا اور ہر مرتبہ ڈاکٹر ابوسلمان سے ملنے کی تمنا ہوتی مگر کبھی کراچی بالخصوص جہاں ڈاکٹر صاحب رہتے ہیں، کے حالات خراب ہونے کی وجہ سے اور کبھی اپنی مصروفیات کی وجہ سے تمنا' تمنا ہی رہی۔

پرسوں ترسوں استاد محترم حضرت حقانی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ کتب خانہ

میں تشریف فرما تھے۔ فرمایا: ''ڈاکٹر ابوسلمان شاہجہانپوری تشریف لا رہے ہیں''۔ احقر نے پوچھا: ''استاد جی! کہاں تشریف لا رہے ہیں؟'' فرمایا: مادر علمی جامعہ دارالعلوم حقانیہ اور جامعہ ابوہریرہ آ رہے ہیں۔ ان کا فون بھی آیا ہے اور خط بھی۔

بس کیا بتاؤں مجھے کتنی خوشی ہوئی اور کیوں نہ ہو برسوں کی تمنا پوری ہو رہی تھی۔ فوراً پوچھا: ''استاد جی! کب آ رہے ہیں؟'' فرمایا: وہ کل آنے والے تھے مگر کل جمعہ کے دن چناب نگر میں ختم نبوت کانفرنس میں جانا ہے، اس لئے ہفتہ کے دن یہاں تشریف لائیں گے۔ جمعرات، جمعہ یہ اڑتالیس (۴۸) گھنٹے کا انتظار بہت مشکل تھا۔ بالآخر انتظار کی گھڑیاں ختم ہونے کو تھیں کہ استاد محترم نے بلا کر فرمایا کہ: ''چلو دارالعلوم حقانیہ جانا ہے''۔ پوچھا: ''استاد جی! کیوں ڈاکٹر صاحب نہیں آ رہے؟'' فرمایا: ''وہی تو ہے انہیں لینے کیلئے تو جا رہے ہیں''۔ بس دارالعلوم پہنچنے تک ڈاکٹر صاحب کی عجیب و غریب تصویریں ذہن میں بنائے۔ دارالعلوم پہنچے، ابھی دفتر اہتمام ہی جا رہے تھے کہ جناب الحاج محمد شفیق الدین صاحب نے ''رسائل و جرائد کے دفتر'' سے آواز دی، ''حقانی صاحب! مہمان یہاں ''رسائل و جرائد کے دفتر'' میں ہیں۔ ڈاکٹر صاحب حضرت حقانی صاحب سے گلے ملے۔ یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے دو بچھڑے عزیزوں کے درمیان ملاقات ہو۔ حقانی صاحب نے فرمایا: ''اللہ نے آپ سے بہت کام لیا ہے''۔ آپ کی کتابیں دیکھتے رہے اور سیکھتے رہے۔ ڈاکٹر صاحب نے فرمایا: ''آپ کا حسنِ ظن ہے اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں اور خاتمہ بالخیر ہوں''۔

ڈاکٹر صاحب کو مولانا راشد الحق سمیع، جناب محمد شفیق الدین صاحب دارالعلوم حقانیہ کے تمام شعبہ جات، رسائل و جرائد، کمپیوٹر لیب، دارالافتاء، درسگاہیں، دفتر ''الحق''، دفتر مؤتمر المصنفین اور طلبا کے دارالاقاموں اور احاطوں کا معائنہ کراتے رہے۔ ڈاکٹر صاحب بہت خوش تھے، فرمایا: ''ہم تو سمجھتے تھے کہ یہاں صرف درس و تدریس ہوتا ہے، بلکہ یہاں تو یونیورسٹیوں سے بھی اعلیٰ نظام ہے''۔

دارالعلوم حقانیہ کے مختلف شعبے دیکھنے کے بعد دفتر اہتمام لے گئے۔ یہاں آ کر یہ بھی معلوم ہوا کہ ڈاکٹر ابوسلمان صاحب کل عصر کے وقت استاد مکرم حضرت مولانا سمیع الحق صاحب دامت برکاتہم کی ملاقات کے لئے پہلی مرتبہ جامعہ دارالعلوم حقانیہ تشریف لائے اور عصر سے رات گئے تک حضرت مولانا کے دولت کدہ پر علمی، ادبی اور تاریخی نوعیت کی نشست ہوئی۔ نوجوان اساتذہ، اہل قلم علماء، باذوق طلبا اور فضلا شریک رہے۔ حضرت استاد مکرم مولانا سمیع الحق مدظلہٗ گزشتہ دو ہفتوں سے شدید علالت کے باوصف مہمان کے ساتھ مصروف گفتگو رہے۔ پُرتکلف عشائیہ دیا اور دوسرے روز بھی

تمام دن مہمان کے ساتھ مصروف گزارا۔ علمی، ادبی، قلمی ذوق اور تاریخی شوق کے پیش نظر اپنے مہمان کا مکمل اکرام کیا اور آخر وقت عصر سے قبل جامعہ ابوہریرہ سے رخصت ہونے تک ساتھ رہے۔ ڈاکٹر صاحب سے علمی، ادبی اور تاریخی گفتگو نے حضرت مولانا کی بیماری کو ختم کردیا۔ تب سے اب تک وہ پھر اپنی معمول کی زندگی اور درس وتدریس، علم وافادہ اور اسفار میں مصروف کار ہوگئے۔

دفتر میں حضرت مولانا راشد الحق سمیع حقانی مدیر ماہنامہ ''الحق'' نے ڈاکٹر صاحب سے استفسار فرمایا: حضرت آپ نے تنِ تنہا اتنا بڑا کام کیسے کیا؟ اپنے مختصر حالات بھی ذکر فرماویں۔

ڈاکٹر صاحب: میرا اصل نام تصدق حسین خان ہے۔ میں نے اتنا کام کیسے کیا؟ بس اللہ کے فضل و کرم سے، البتہ اتنا بتادوں کہ میں کسی کی غمی، خوشی میں شریک نہ ہوا، نہ کسی کو دعوت دی اور نہ کسی کی دعوت میں گیا۔ ۱۹۵۰ء میں پاکستان آیا، چھ آٹھ مہینے بڑی تکلیف میں گزارے، لاڑکانہ میں کچھ عزیز تھے، وہاں بھیجا گیا، وہاں سے دادو گیا، مگر ذریعۂ معاش میسر نہ ہوسکا۔ نواب شاہ میں ایک عزیز مدرسہ میں ملازمت کرتے تھے۔ ان کی مردان میں کچھ زمین نکل آئی تو وہ وہاں جانا چاہتے تھے میں وہاں پہنچا اور ان سے عرض کیا کہ آپ اپنی جگہ مجھے رکھ لیں۔ چنانچہ نواب شاہ میں میرا تقرر ہوگیا۔ میں نے الحمدللہ! حفظ بھی کیا ہے، وہاں سات سال گزارے۔ ۱۵ روپے تنخواہ تھی۔ پنجاب یونیورسٹی سے ادیب فاضل کا امتحان دیا۔ ۱۹۶۲ء میں میٹرک کیا۔ انٹر، بی اے اور ایم اے کے امتحانات دیے۔ اس کے بعد ''انجمن ترقی اردو'' میں تقرری ہوئی۔

میرے چچا عبدالہادی خان مولانا مفتی کفایت اللہ کے ارشد تلامذہ میں سے تھے وہ میرے مربی تھے، ان کے ہاں کتابوں کا بڑا ذخیرہ تھا۔ اس دور میں عبداللہ بٹ کے مضامین، سلطان ٹیپو، شاہ عبدالعزیز کی کتابیں اور دیگر کتابیں پڑھتا۔ اسی طرح میرے دادا حضرت فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی کے مریدوں میں سے تھے۔ نانا بھی عالم دین تھے۔ غرض اچھا خاصا دینی ماحول میسر تھا۔ ناناجی کے پاس بھی کتابوں کا خزینہ تھا، نانا کی وفات کے بعد ماموں نے فرمایا: یہ ساری کتابیں دینی مدرسہ میں دے آؤ، میں نے عربی کتابیں تو مدرسہ میں دے دیں اور اردو کتابیں گھر لے آیا، ماموں جان حضرت شاہ ولی اللہؒ، سید احمد شہیدؒ شاہ اسماعیل شہیدؒ شاہ عبدالعزیزؒ کا تذکرہ نہایت عقیدت سے فرماتے تھے۔

جب میری شادی ہوگئی اور ہم پاکستان ہجرت کرنا چاہتے تھے تو سسرال والوں نے کہا سامان لیتے جاؤ، میں نے دو جوڑے کپڑے نہیں لیے مگر ساری کتابیں جو دو صندوقوں میں تھیں ساتھ لے آیا، پانچ میل کا ریگستانی سفر پیدل طے کیا۔ اتنے طویل سفر کا کبھی اتفاق بھی نہیں ہوا تھا۔ غرض

بہت مشقت کے ساتھ کتابیں لایا۔ میں اس وقت ان میں سے اکثر کتابوں کو نہیں سمجھتا تھا، مگر جوں ہی مطالعہ وسیع ہوتا گیا کتابیں سمجھ میں آتی رہیں۔ یہ کتابیں ۱۹۸۶ء تک میرے پاس رہیں۔ علی گڑھ کالونی کراچی میں پٹھانوں اور ایم کیو ایم کے جھگڑوں اور فساد میں جب میرے مکان جو پٹرول پمپ کے قریب تھا آگ لگائی گئی تو ساری کتابیں جل گئیں۔

ڈاکٹر صاحب داستانِ حیات ذکر فرمارہے تھے کہ استادی و استاد العلماء شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہٗ تشریف لائے، حضرت حقانی صاحب اور تمام اہلِ مجلس سے ملے، حضرت مولانا صاحب نے حقانی صاحب سے استفسار فرمایا: آپ ڈاکٹر صاحب سے پہلے مل چکے ہیں؟ حقانی صاحب نے عرض کیا: نہیں یہ پہلی ملاقات ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے فرمایا: حضرت مولانا صاحب تو کراچی تشریف لاتے ہیں تو ملاقات ہوتی تھی۔ حقانی صاحب نے فرمایا: جی ہاں! استادجی آپ کی ساری محبتیں سنایا کرتے تھے۔

ختم بخاری کا اہتمام

حضرت مولانا سمیع الحق صاحب دامت برکاتہم نے حضرت مولانا محمد یوسف شاہ اور نوجوان اساتذہ سے فرمایا: کہ تمام طلباء کو دارالحدیث میں جمع ہوجائیں تاکہ وہ بھی ڈاکٹر صاحب سے ملاقات کریں اور استفادہ بھی۔ چند منٹ میں تمام طلباء دارالعلوم کے دارالحدیث میں جمع ہوگئے۔ حضرت مولانا صاحب، ڈاکٹر صاحب، حضرت حقانی صاحب دیگر علماء اور شریک مجلس حضرات دارالحدیث تشریف لے گئے۔ مہمان سٹیج پر تشریف فرما ہوئے اور حضرت الاستاد مولانا سمیع الحق صاحب مسندِ حدیث پر۔ حضرت مولانا مدظلہٗ نے فرمایا کہ......

''بخاری شریف کے ختم کا مصائب پریشانیوں کے وقت اکابر ومشائخ کا معمول چلا آرہا ہے۔ جب سے مدارس ومساجد کے خلاف امریکی عزائم کا پتہ چلا ہے تب سے دارالعلوم میں ختم بخاری کا اہتمام کیا جاتا ہے''۔

آپ سوچیں گے کہ ۵،۱۰ منٹ میں بخاری شریف کا ختم کیسے ممکن ہے؟ اگر آپ دارالعلوم تشریف لائیں گے اور دورۂ حدیث کے طلبا کی تعداد معلوم کریں گے تو اس سوال کا جواب خود بخود مل جائے گا۔ اسلئے کہ بخاری شریف کی دونوں جلدوں کے صفحات تقریباً ساڑھے گیارہ سو (۱۱۰۰) ہے اور دارالعلوم حقانیہ میں دورۂ حدیث کے طلبا کی تعداد تیرہ سو (۱۳۰۰) سے زائد ہے اور ہر ایک کا اپنا

رول نمبر ہے۔ حضرت مولانا مدظلہٗ کے اعلان و ہدایت کے مطابق ہر طالب علم نے اپنے رول نمبر کے صفحے کی تلاوت کی اور جو طلباء رہ گئے انہوں نے قرآن مجید کی تلاوت شروع کی۔

پانچ، دس منٹ میں بخاری شریف کا ختم مکمل ہوا تو حضرت مولانا کے اصرار پر شیخ الحدیث حضرت مولانا مغفور اللہ صاحب دامت برکاتہم نے دُعا فرمائی۔ دُعا کے بعد حضرت مولانا قاری محمد عبداللہ مدظلہٗ کے صاحبزادے مولانا قاری عطاء اللہ شاہ تحسینی نے تلاوت کی۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق دامت برکاتہم کا استقبالیہ خطاب

تلاوتِ کلامِ پاک کے بعد حضرت مولانا صاحب نے خطاب فرماتے ہوئے طلباء سے فرمایا:

''ہماری خوش قسمتی ہے کہ ہمارے درمیان بزرگ دیدہ، حضرات اکابرینِ دیوبند کی تاریخ سے باخبر شخصیت ڈاکٹر ابوسلمان شاہجہانپوری موجود ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کی ساری زندگی علم و ادب، ریسرچ و تحقیق کی اشاعت میں گزر رہی ہے۔ ایک چھوٹے سے کمرے میں میں بیٹھے ہوئے ہیں اور ایک اکیڈمی کا کام کر رہے ہیں۔ بہت بڑے محقق ہیں، مگر اب سب کچھ سے لاتعلق ہو کر تاریخ و سوانح پر کام کر رہے ہیں۔

آپ حضرات کو معلوم ہونا چاہئے کہ ہمارے مسلک کا سرچشمہ ہندوستان سے وابستہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دارالعلوم دیوبند سے تجدید دین کا کام لیا ہے۔ ''تاریخ دعوت و عزیمت'' میں مفکر اسلام مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ نے مجددین کو جمع کیا ہے، وہ حضرات جن سے اللہ نے تجدید دین کا کام لیا ہے۔ حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمی یہاں (دارالعلوم حقانیہ) تشریف لائے تھے۔ دارالعلوم دیوبند کی خدمات کے حوالے سے گفتگو ہو رہی تھی فرمایا: ''اللہ تعالیٰ دین کے تجدید کا کام کبھی افراد سے لیتے ہیں اور کبھی کسی ادارہ سے۔ الحمدللہ دارالعلوم دیوبند جامع المجددین ہے۔ دارالعلوم دیوبند نے مجددین پیدا کئے''۔

دارالعلوم دیوبند کا مسلک کتاب و سنت ہے اگر یہ نہ ہوتا تو دین بدعت و رواجات کی وجہ سے مٹ جاتا۔ شاہ عبدالعزیزؒ کے تربیت کے نتیجے میں حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ اور سید احمد شہیدؒ نے انگریز کے خلاف پہلا جہاد کیا۔ سید احمد شہیدؒ اور شاہ اسماعیل شہیدؒ لمبے راستوں سے افغانستان اور وہاں سے سرحد ڈھائی تین ماہ کا سفر انتہائی سخت سفر طے کیا۔ آغازِ جہاد اکوڑہ خٹک سے ہوا۔ ۷۰ حضرات اکوڑہ خٹک میں شہید ہو گئے جن کا تعلق ہندوستان سے تھا اور جن کی فہرست سید احمد شہید نے

اپنے ایک مکتوب میں لکھ کر بھیجی جس کی تفصیل تاریخ دعوت کے باب جنگ اکوڑہ میں مذکور ہے۔ دارالعلوم کے متصل درختوں کے جھنڈ ہیں یہاں بھی چند مدفون ہیں۔ حضرت سید احمد شہیدؒ کے ساتھ جہاد میں شریک بڑے بڑے لوگ تھے۔ ان میں ایک شہزادہ تھے، وہ بہت سخت بیمار تھے۔ شاہ صاحب سول جہاد کے لئے نوجوانوں کا انتخاب فرمارہے تھے تو اس شہزادے کو بیماری کی وجہ سے لسٹ سے نکال دیا کہ یہ معذور ہے۔ وہ چیخ چیخ کر رونے لگے کہ آپ مجھے محروم کررہے ہیں، جبکہ یہ صدیوں بعد جہاد ہے، ان کے اصرار پر شاہ صاحب نے انہیں شریک فرمایا۔ شیدو کے قریب لڑائی ہوئی اور اس میں وہ شہید ہوگئے، وہیں ان کا مزار ہے۔ غرض حضرت شاہ صاحب بالاکوٹ پہنچے اور غداروں کی وجہ سے وہاں شہید ہوگئے۔ اس سلسلے میں حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کی کتابوں ''شہدائے بالاکوٹ، سیرت سید احمد شہید'' کا مطالعہ ضرور کرنا چاہئے۔ حضرت شاہ صاحبؒ کی تحریک یہاں ختم نہیں ہوئی۔ حضرت قاسم العلوم والخیرات مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ، شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ نے ان کے مشن کی تکمیل کی اور انگریزوں کو برصغیر پاک وہند سے نکلنے پر مجبور کیا۔ ہمارے اکابر کے سامنے صرف انگریز دشمن نہیں تھا، اگر ایک طرف انکا مقابلہ انگریز کیساتھ تھا تو دوسری طرف وہ سکھوں، ہندوؤں اور آریہ سماج کے محاذ پر بھی موجود ہوتے۔ دین اسلام پر ان کے اعتراضات کا عقلی، نقلی رد فرماتے۔

یہ سنہری تاریخ، سلسلۃ الذہب ہمارے علم میں نہیں۔ یہ علوم ہم تک ایسے نہیں پہنچے اس کی پشت پر جو تاریخ ہے اس سے واقفیت ضروری ہے۔ اس تاریخ کی بڑی ترجمانی حضرت ڈاکٹر ابوسلمان شاہجہانپوری حفظہ اللہ کررہے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب وہ پہلے شخص ہیں جن سے اللہ نے اتنا عظیم کام لیا۔ صرف مولانا ابوالکلام آزادؒ پر آپ نے سو مقالات و کتابیں لکھیں ہیں، شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کی سیاسی ڈائری (۸ جلدوں میں) جن کے صفحات ۷۰۰۰ سے زائد ہیں، مرتب کی۔ ''برصغیر کی شرعی حیثیت' حضرت شیخ الہندؒ ایک سیاسی مطالعہ، ابوحنیفہ ہند مفتی کفایت اللہ ایک سیاسی مطالعہ، مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ اور امامِ انقلاب مولانا عبید اللہ سندھیؒ پر اور تحریک آزادی کے دیگر اکابر و مشاہیر پر کتابیں لکھی ہیں۔ ہمارے اور آپ کے مادر علمی جامعہ دارالعلوم حقانیہ تشریف لائے ہیں۔ میں نے ان سے درخواست کی ہے کہ آپ بھی ان سے مستفید ہوجائیے۔

آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ دارالعلوم دیوبند کی وجہ سے ہندوستان انگریزی سامراج کا جنازہ نکلا، روسی سامراج کا جنازہ الحمدللہ دارالعلوم حقانیہ سے نکلا۔ مولانا جلال الدین حقانی، حضرت

شیخ الحدیثؒ کے خصوصی تلامذہ میں سے تھے۔ حضرت شیخ الحدیثؒ کی بہت خدمت فرمایا کرتے تھے، نمازیں بھی جلال الدین حقانی پڑھایا کرتے تھے مگر جب روسی سامراج افغانستان پر حملہ آور ہوا تو حضرت شیخ الحدیثؒ نے تمام محبتوں کے باوجود انہیں میدانِ کارزار کے لئے منتخب فرمایا پھر اللہ کے فضل سے ہزاروں فضلائے حقانیہ میدان میں اُترے آئے اور روسی سامراج کے تخت وتاج کو نیست و نابود کردیا۔ اب فضلائے حقانیہ دنیا کے سب سے بڑے خبیث بزعمِ خود سپر پاور امریکہ کے ساتھ نبرد آزما ہیں۔ ان شاء اللہ امریکہ کا جنازہ بھی دارالعلوم حقانیہ جو دارالعلوم دیوبند کی ایک چھوٹی سی شاخ ہے، سے ہی نکلے گا۔ میں عرض کر رہا تھا جو جہاد شاہ ولی اللہؒ نے شروع فرمایا تھا اب بھی جہاد اس کا تسلسل ہے، میں ڈاکٹر صاحب سے عرض کروں گا کہ وہ اسی حوالے سے گفتگو فرماویں۔

ڈاکٹر ابوسلمان شاہجہانپوری

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ نحمدہٗ و نصلی علی رسولہ الکریم۔امابعد !

معزز اساتذۂ کرام، عزیز طلباءِ عظام ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ ! آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ مجھے ۱۹۷۰ء سے حضرت مولانا (سمیع الحق) مدظلہٗ کی سرپرستی حاصل ہے۔ آج مولانا نے میرے بارے میں جو کچھ فرمایا، مجھے اس پر قطعاً تعجب نہیں ہوا، اس لئے کہ ہمارے بزرگوں کا یہی طریقہ چلا آرہا ہے اور اسی طرح وہ اپنے چھوٹوں کی ہمت افزائی فرماتے ہیں اور حوصلہ بڑھاتے ہیں۔

۱۹۸۶ء کے فسادات میں جب میرا گھر جلایا گیا تو اس موقع پر مولانا جب خود اکوڑہ سے کراچی تشریف لائے تو میرے غریب خانہ آ کر اپنی شفقت ومحبت سے نوازا۔ آپ یقین جانیں آج یہاں پہنچ کر جب دارالعلوم حقانیہ کو دیکھا، یہاں کے کاروبارِ علم وتہذیب، تعلیم و تربیت اور مختلف شعبہ جات کو اور اس کی عمارات کو دیکھا، کمپیوٹر لیبارٹری دیکھی تو بہت افسوس ہوا۔ افسوس اس بات پر ہوا کہ اپنی شامِ زندگی میں کیوں یہاں پہنچا؟ ترقی وعروج، جوانی کے ایام میں آج سے ۲۰ سال قبل کیوں نہیں آیا؟ آج بھی حضرت مولانا کی شفقت ومحبت دیکھ کر بہت خوشی ہوئی۔ آپ سب حضرات سننے کے لئے آئے ہیں، مگر یہاں پہنچ کر میرے الفاظ ختم ہوگئے۔

میرے پاس حضرت مولانا کی شکریہ کے لئے الفاظ نہیں۔ میں نے حضرت سے عرض کیا تھا کہ میں اس میدان کا آدمی نہیں۔ شرمندہ ہوں، کیا بتاؤں ۵۰ سال پر پھیلے ہوئے کام کے متعلق؟

۱۰۰ تک مقالات اور کتابیں مولانا ابوالکلام آزادؒ پر شائع ہوئیں۔ جمعیت علماءِ ہند اور ان

کے تمام صدور پر اللہ نے لکھنے کا موقع دیا۔ شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کی سیاسی ڈائری ۷۰۰۰ صفحات میں شائع ہوئی ہے۔ ویسے تو میں بہت پہلے سے لکھتا آ رہا ہوں، مگر ۱۹۵۷ء میں جب شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ دنیا سے رحلت فرما گئے تو پاک و ہند کی فضا میں ایک عجیب سی کیفیت محسوس کی جا رہی تھی۔ میں نے ان پر مضمون لکھا تو دل وطبیعت میں اطمینان محسوس کیا اور اسے اپنا سب سے پہلا مضمون سمجھتا ہوں۔ دوسرا مضمون مولانا ابوالکلام آزادؒ کی وفات کے موقع پر لکھا۔ میں نے اپنے ساتھ عہد کیا ہے کہ وقت کی سیاست میں دخل نہیں کروں گا اور مذہبی بحث ومباحثہ میں کبھی حصہ نہیں لوں گا، بحمداللہ اسی پر قائم ہوں۔

مجھے اپنے ایک بزرگ خواجہ عبدالوحید صاحبؒ جو میرے شفیق تھے، نے نصیحت فرمائی کہ: اپنے کام کے لئے ایک دائرہ مقرر کرو اور پھر اس سے باہر نہ نکلو، اگر تم ایک موضوع پر لکھنا چاہو تو اس کے لئے مطالعہ کرو گے اور اس سے متعلق جملہ مواد کو اکٹھا کرو گے اگر ایک موضوع پر صرف مطالعہ شروع کرو تو اس کیلئے یہ زندگی کم پڑ جائے گی، ہر موضوع پر ہر زبان میں اتنی کتابیں لکھی گئی ہیں کہ ان سب کا احاطہ مشکل ہے۔ تم ایک موضوع پر لکھنا چاہو گے اور اس کے مصادر عربی میں ہوں گے اور تمہارے لئے عربی سے اخذ و استفادہ مشکل ہوگا۔ اردو تراجم کو پڑھو گے اور تحقیق میں تراجم کی کیا حیثیت ہے؟ یہ آپ خود ہی جانتے ہیں''۔ بس میں نے ان کی نصیحت پر عمل کیا اور ایک دائرہ میں رہ کر اللہ نے یہ کام لیا۔ حضرت مولانا نے مجھے عزت کے مقام پر بٹھایا۔ اساتذہ ومشائخ تشریف فرما ہیں، میری یہ وقعت نہیں کہ ان کے سامنے کچھ عرض کروں، البتہ یہ ہے کہ میں ان کے قدموں میں بیٹھوں اور ان کے جوتے سیدھے کر کے ان سے استفادہ کروں۔ اس لئے آپ سے گزارش ہے کہ آپ سوالات پوچھیں میں جواب دوں گا، اگر جواب نہ دے سکا تو مجھے معذور سمجھئے گا کہ امام مالکؒ نے بھی بہت سے سوالوں کے جواب میں لا ادری فرمایا تھا''۔

اس کے بعد دارالعلوم حقانیہ کے طلباء نے حضرت ڈاکٹر صاحب سے سوالات پوچھنا شروع کیے۔ ڈاکٹر صاحب ہر سوال کا تفصیلی جواب دیتے۔ طالب علموں کے سوالات کا جب ڈھیر لگ گیا تو حضرت مولانا صاحب نے ڈاکٹر صاحب کو طلباء کے سوالات سنائے اس کے بعد فرمایا کہ ڈاکٹر صاحب کو پھر کبھی زحمت دیں گے، مگر مجھے آپ کے ذوق وشوق مطالعہ اور اتنے اہم سوالات کے پوچھنے پر نہایت خوشی ہوئی۔

سٹیج پر دارالعلوم کے اساتذہ ومشائخ شیخ الحدیث مولانا مغفور اللہ، شیخ الحدیث حضرت مولانا

انوارالحق صاحب نائب مہتمم دارالعلوم و نائب صدر وفاق المدارس، مولانا عبدالقیوم حقانی، مولانا حافظ محمد ابراہیم فانی، مولانا حامد الحق، مولانا راشد الحق، مولانا محمد یوسف شاہ اور دیگر حضرات موجود تھے۔ تقریب کا اختتام حضرت مولانا مدظلہٗ کی دُعا پر ہوا۔

طلباء حضرت ڈاکٹر صاحب سے ملے، پھر دارالحدیث ہی میں حضرت مولانا مدظلہٗ کی امامت میں نمازِ ظہر ادا کی۔ بعد ازاں مہمان حضرت مولانا کی رہائش گاہ چلے گئے۔ ڈاکٹر صاحب نے حضرت حقانی صاحب کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: ''میں آپ کے کاموں کو دیکھ کر سمجھ رہا تھا کہ آپ جوان ہوں گے اور آپ کو خط میں بھی سلمہٗ لکھا کرتا تھا مگر آپ بھی تو سفید ریش ہیں''۔

حقانی صاحب نے فرمایا: جی ۵۵ سال عمر ہے، بس اللہ کام لے رہا ہے، حضرت الاستاذ مولانا سمیع الحق مدظلہ کی سرپرستی میں سب کچھ ہو رہا ہے''۔

حضرت مولانا صاحب نے فرمایا: مولانا حقانی جب دارالعلوم آئے تھے تو داڑھی بھی نہیں آئی تھی۔ بچے تھے اس وقت سے میرے ساتھ اور حضرت شیخ الحدیثؒ کی خدمت میں رہتے، میں اکثر کہا کرتا ہوں کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے لئے اللہ نے لوہے کو مسخر کیا تھا اور مولانا حقانی کو تصنیف و تالیف "النا له الحديد" اور النا له التصنيف"۔

حضرت حقانی صاحب نے ڈاکٹر صاحب سے فرمایا کہ: ''آپ نے ''مکاتیب مشاہیر'' دیکھ لیں، فرمایا: ہاں! رات کو انہوں نے دکھائی تھیں۔ حقانی صاحب نے فرمایا: استاد جی! بچپن سے یہ مکاتیب جمع کرتے آرہے ہیں، آپکے بھی بہت سارے خطوط ہیں۔ مولانا عرفان الحق نے ڈاکٹر صاحب کی مکاتیب والی جلد نکالی اور حضرت حقانی صاحب کے حوالہ کیا۔ حضرت حقانی صاحب نے حضرت مولانا مدظلہٗ کے ہاتھ سے لکھے ہوئے تعارفی حاشیہ ڈاکٹر صاحب کے متعلق آواز بلند پڑھ کر سنائے۔

''ابوسلمان شاہجہان پوری مصنف، ادیب، صحافی، استاد اور کیا کیا صفات کے حامل گورنمنٹ نیشنل کالج کراچی کے مجلہ علم و آگہی اس کے بعد بابائے اردو کے قومی زبان، انجمن ترقی اردو، اور آزاد ریسرچ انسٹی ٹیوٹ علی گڑھ ہاؤسنگ سوسائٹی کراچی اور ۸۰ء کے اواخر میں مقتدرہ قومی زبان سے منسلک ہوئے۔ مولانا آزاد اور اکابر ہند اساطین جنگ آزادی سے بے حد ذہنی وفکری ہم آہنگی رکھتے ہیں اور ان کے دفاع میں بعض اوقات جارحیت بھی آجاتی ہے۔ مولانا آزاد پر پی ایچ ڈی بھی کیا۔ کتاب وقلم، علم ومطالعہ اور تحقیق وتنقید ہی ان سرمایۂ شب و روز ہے۔ ناچیز سے

بے حد محبت اور برادرانہ تعلق اب تک قائم ہے۔''

حقانی صاحب نے ڈاکٹر صاحب کو بتایا کہ یہ صرف مکاتیب نہیں، بلکہ تقریباً ایک صدی کا علمی ٔ ادبیٔ تعارفی اور تاریخی ذخیرہ ہے۔ اللہ کرے یہ جلد مکمل ہو کر شائع ہوں۔

آپ کے نام کا یہ شذرہ ''القاسم'' میں بھی شائع ہوا ہے۔ استاد مکرم مولانا سمیع الحق مدظلہ کی خدمت میں کبھی کبھی حاضر ہونے کی سعادت حاصل ہوتی ہے، استاد مکرم علمی، ادبی گفتگو سے محظوظ فرماتے ہیں، یہی علمی، ادبی مجالس ساعتے با اہل حق کے نام سے ''القاسم'' میں شائع ہوتی ہیں۔

مولانا مدظلہٗ کی رہائش گاہ سے حضرت حقانی صاحب، ڈاکٹر صاحب کو جامعہ ابوہریرہ لے آئے۔ تھوڑی دیر بعد حضرت مولانا مدظلہٗ بھی جامعہ ابوہریرہ تشریف لائے۔ جامعہ ابوہریرہ کے کتب خانے کے وسیع ہال میں پہلے ڈاکٹر صاحب نے اور پھر حضرت مولانا مدظلہٗ نے جامعہ کے اساتذہ و طلبہ سے خطاب فرمایا۔

احقر نے کوشش کی ہے کہ ڈاکٹر صاحب اور حضرت مولانا مدظلہٗ کی کوئی بات لکھنے سے نہ چھوٹے مگر پھر بھی قوی امکان ہے کہ ضرور رہ گئی ہوگی۔ اس لئے احقر نے صرف اشارات لکھے تھے اور بعد میں اسے پھیلا دیا۔ لہٰذا کمی و کوتاہی کو احقر کی طرف سے منسوب کیا جائے نہ کہ حضرت مولانا مدظلہٗ اور ڈاکٹر صاحب کی طرف۔ بہرحال حضرت ڈاکٹر صاحب سے ملاقات اور مادر علمی میں چند بیتے ہوئے ساعات اپنے لئے سعادت اور سرمایہ حیات سمجھتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ دارالعلوم کو تا قیام قیامت شاداب و آباد رکھے۔ (امین)

چند گھنٹے دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک میں

ڈاکٹر صاحب مرحوم نے کراچی واپسی پر درج ذیل تاثرات تحریر فرما کر مولانا شہیدؒ کو بھیجے جو نذر قارئین ہیں:

۱۵/اکتوبر ۲۰۱۰ء کی شام کو میں اکوڑہ خٹک پہنچا اور مخدوم و محترم زادہ مکرم حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ العالی شیخ الحدیث اور مہتمم دارالعلوم حقانیہ سے شرف ملاقات حاصل ہوا۔ تقریباً ۱۱ بجے تک مولانا مدظلہ العالی کی صحبت میں گزارنے، گفتگو سے لطف اندوز ہونے نوع بہ نوع معلومات سے دامن کو بھر لینے اور افکار عالیہ سے مستفید ہونے کی سعادت حاصل ہوئی۔ اگرچہ میرا ارادہ اگلے روز سہ پہر تک، ۱۴۔۱۵ گھنٹے حضرت مولانا کی صحبت میں گزارنے اور زیادہ سے زیادہ وقت حضرت

کی صحبت میں گزارنے اور لطف وکرم سے فیض یاب ہونے اور دارالعلوم کو دیکھنے کا تھا، لیکن پروفیسر سید حنیف رسول کا کاخیل جو حضرت مولانا مدظلہ سے تقریب ملاقات کا موجب ہوئے تھے اور پروفیسر محمد جہانگیر صاحب راولپنڈی سے اسی شام خاکسار سے ملاقات کے شوق میں اکوڑہ خٹک پہنچے تھے، حضرت مولانا سے ملتجی ہوئے کہ آج کی رات اپنے مہمانِ عزیز سے ملاقات اور تمنائے صحبت و کلام سے لطف اندوز ہونے کے لئے اجازت بخشی جائے۔

مولانا مدظلہ کے اخلاق کریمانہ نے ان عزیزان گرامی کی دل شکنی گوارانہ فرمائی اور چونکہ خاکسار کا منشا بھی یہی تھا۔ اس لئے صبح دس بجے تک کے لئے خاکسار کوان کے ساتھ جانے کی اجازت مل گئی۔

۱۶را کتوبر کوٹھیک دس بجے خاکسار دوبارہ حضرت مولانا کی خدمت میں حاضر ہوگیا اور گزشتہ نصف صدی (۱۹۶۰ء۔ ۲۰۱۰ء) سے جس آرزو کو دل میں چھپائے ہوئے بے چینی کے شب و روز گزارے تھے، اس کے قرب و نظارۂ جہاں کا وقت آ گیا تھا۔ چند لمحوں میں پردہ اٹھ جانے والا تھا،اس وقت کا پہلا پروگرام یہی تھا کہ دارالعلوم حقانیہ کے در و بست کا نظارہ اور بام و در کی سیر و دید سے بے چین قلب و روح کی تسکین کا سروسامان کیا جائے۔

عزیز مکرم مولوی راشد الحق سمیع حقانی اپنے چند احباب کے ساتھ خاکسار کو لے کر دارالعلوم حقانیہ کی سیر کو روانہ ہوئے۔ سب سے پہلے دارالعلوم کے حدود میں تاریخی قبرستان لے گئے، جہاں حضرت مولانا عبدالحق نور اللہ مرقدہ، محدث عصر و بانی دارالعلوم حقانیہ، خاندان کے چند بزرگ و خرد، بعض شہدائے کرام اور چند دیگر شخصیات آسودہ خواب ہیں، میرے لئے عبرت کا یہ بڑا مقام تھا، خاکسار نے یہاں تمام آسودہ خاک اہل قبور کے لئے دعائے مغفرت اور بلندی درجات کے لئے اللہ تعالیٰ سے ملتجی ہوا۔ جن کے بارے میں میرا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سے راضی تھا اور وہ اعلیٰ علیین میں پہلے ہی اس کے قرب کا انعام پا چکے ہیں۔

اس سے آگے قدم بڑھائے تو دیکھا کہ ایک بلڈنگ میں چھوٹے چھوٹے بچے ہیں۔ معلوم ہوا کہ دارالعلوم میں چھوٹے بچوں کے لئے ایک ابتدائی مدرسہ ہے، جو دارالعلوم کی عمارتوں کے بیچ میں ہونے کے باوجود سب سے الگ بھی ہے۔ ان کو اسی عمارت میں اساتذہ تعلیم دیتے ہیں۔ یہیں ان کی رہائش ہے، ان کے کھانے کا انتظام الگ ہے اور ایک نگران کی سرپرستی میں اپنے کام خود ہی انجام دیتے ہیں۔

اس سے نکلے تو قریب ہی عریض و بسیط کتب خانہ قدیم وجدید علوم وفنون کی نادر و نایاب کتابوں سے مالا مال ہے۔ کتب خانے کے نگران اپنے معاونین کی مدد سے مصروف کار تھے۔ کتب خانے کے ذخیرے کا اوران کی ترتیب ان کی نگہداشت کے بارے میں بہت سے سوالات کر کے اپنی معلومات میں اضافہ کیا۔ لیکن کتب خانہ چند منٹوں میں دیکھ کر نکل جانے کی جگہ نہیں ہوتی۔ دنیا سے بے نیاز ہوکر اور پاؤں توڑ کر بیٹھ جانے اوراسی میں زندگی گزار دینے کی جا ہوتی ہے۔ افسوس کہ استفادے کا کوئی موقع نہ تھا۔ آگے بڑھ جانا پڑا۔اس سے آگے انتظامیہ، افتاء، تصنیف وتالیف، مجلّہ ''الحق'' درس وتدریس کے ابتدائی درجات سے لے کر دورہ حدیث اور تخصص کے درجات تک کا معائنہ کیا۔ درجات وشعبہ جات میں کارکنان مستعد اساتذہ گرامی کوادائے فریض عالیہ میں مصروف اورطلبائے عزیز کومقصد حصول تعلیم میں منہمک اور سرگرم پایا۔تمام شعبہ جات میں جاکر دیکھا، درسگاہوں میں جھانک کر دیکھا، اساتذہ کے درس کو کان لگا کر سنا، ہرفرد کواپنے کام میں مصروف پایا۔ تدریس کے اوقات میں کسی طالب علم کوادھرادھر گھومتے پھرتے نہ دیکھا۔ زمین کوگندگی سے اور فضا کوشور شغب سے پاک ومبرا پایا۔ نظم وضبط کا حیران کن نظارہ، اساتذہ کوشفقت کا پیکر، تلامذہ کو اطاعت وتہذیب کا مرقع اوردیگر کارکنوں وخدمت گزاروں کوفرض شناس ومہذب، محبت واحترام کی فضا، دلکش ماحول، خوش گوار موسم، ایسا نہ کہیں دیکھا تھا، نہ سنا۔ طبیعت کونہایت سرور اور دل کونہایت خوشی حاصل ہوئی۔

دارالعلوم حقانیہ تقریباً سو کنال کے رقبہ میں اپنے دامن میں ایک وسیع وعریض مسجد کو لئے ہوئے، گردوپیش میں مختلف شعبوں کے الگ الگ دفاتر اور درسگاہوں کی دومنزلہ کئی شاندار عمارتوں پر مشتمل ہے۔ دوسری منزل پر اس کا وسیع وعریض دارالحدیث ہے۔ دورۂ حدیث میں امسال طلبہ کی تعداد تقریباً پندرہ سو ہے۔ یہ تعداد نہ صرف پاکستان اور ہندوستان میں بلکہ براعظم ایشیاء کے دینی مدارس میں سب سے زیادہ ہے اور نہایت قابل فخر ہے۔

دارالحدیث کا ہال نہایت شان دار اوراتنا وسیع ہے کہ کسی علمی وتعلیمی اجلاس کے دو ڈھائی ہزار شرکاء کواپنے دامن میں سمیٹ لینے کی گنجائش رکھتا ہے۔

دارالعلوم حقانیہ ایک دینی مدرسہ ہے جو اپنے جامع نصاب، علوم وفنون، تدریس کے معیار، اساتذہ کی تعداد ومعیار، طریق تعلیم وتدریس کی خصوصیت، اساتذہ کے علمی معیار وقابلیت، طلبہ کی کثرت اوررجوع عام اپنی عمارت کی وسعت اورنظم وضبط اوردیگر خصوصیات کی بناء پر ایک عظیم الشان

جامعہ (یونیورسٹی) کی حیثیت رکھتا ہے۔

دارالعلوم کا لاحقہ ''حقانیہ'' اور وصف ''حقانی'' ہے اور اس کے طلبہ کو اس سے نسبت ''حقانی'' پر فخر ہے، جس نے اپنی ساٹھ سالہ زندگی میں درس وتربیت ،تصنیف و تالیف ، مجلاتی صحافت ،قوم وملت اور اسلام کی خدمت کے میدانوں میں ایک تاریخ رقم کی ہے،اس کی خدمت کے کسی گوشے اور اس کی اہمیت کو نظرانداز کرکے پاکستان کی کوئی تاریخ مکمل نہیں ہوسکتی۔ اکوڑہ خٹک کا یہ دارالعلوم پاکستان کی تاریخ میں ایک ممتاز درسگاہ اور قوم کیلئے ایک بے مثال تربیت گاہ اور روشنی کا منارہ ہے۔

گزشتہ ایک قرن میں مختلف اسباب و حالات کی بناء پر اس کی شہرت ایشیاء تا بہ حدود واقصائے یورپ تمام دنیا میں پھیل گئی ہے۔ یہ تمام کامیابی اور شہرت دارالعلوم حقانیہ کے محدث وقت ومہتمم حضرت مولانا سمیع الحق دامت برکاتہم کے مساعی حسنہ اور ان کی توجہ سامی کا نتیجہ ہے۔ حضرت مولانا کے ان رفقائے عظیم ومخلص کو نظرانداز نہیں کیا جاسکتا جو انتظامیہ ودرس و تدریس میں ان کے دست و بازو ہیں،ایسے مخلص ، بلند ہمت اور اعلیٰ دماغ رفقائے کار کسی کو قسمت ہی سے میسر آتے ہیں۔ ایسے اعتماد وتعاون کے ماحول میں صرف کام انجام نہیں پاتے ،کارنامے وجود میں آتے ہیں۔

ڈاکٹر ابوسلمان شاہجہانپوری کے خطوط بنام مولانا سمیع الحق شہیدؒ ومولانا راشد الحق

۱۸رمئی ۱۹۷۳ء (مولوی عبدالحق کے بعد انجمن ترقی اردو کی حالت۔دستور سازی ۱۹۷۳ء کی تاریخ)

مکرمی سلام مسنون، ''الحق'' کا تازہ شمارہ مل گیا اس کا موضوع اور مطالب دیکھ کر طبیعت خوش ہوئی۔ ساتھ ہی ایک مراسلے کی نقل بھی تھی جو ایڈیٹر قومی زبان کے نام بھیجا گیا تھا۔قومی زبان انجمن ترقی اردو کا رسالہ ہے اور انجمن اب وہ آزاد ادارہ نہیں رہی جو مولوی عبدالحق کے زمانے میں تھی۔اب یہ ایک سرکاری قسم کا ادارہ ہے سرکار کے ملازمین سے زیادہ وفادار اور رضائے سرکار کو پیش نظر رکھنے والے لوگ اس کے کرتا دھرتا ہیں۔

مولانا عبدالحق اور ''الحق'' کی خدمات

اس کے بعد بھی کیا آپ یہ توقع کرسکتے ہیں کہ ''الحق'' کی خدمات کے مختلف پہلوؤں کے تذکرے اور حضرت مولانا عبدالحق مدظلہ کے افکار وخدمات کے اعتراف کیلئے اس میں گنجائش نکل سکے گی؟ یہ واقعی صورت حال ہے لیکن میں نے ''الحق'' کے تازہ شمارے پر تبصرہ کردیا ہے انکی خدمات کے

مختلف پہلوؤں کی طرف اشارہ کیا ہے حالیہ شمارے کی خصوصیت پر توجہ دلائی ہے اور حضرت مولانا عبدالحق مدظلہ کی خدمت دینی وملی اور کمال فکروسیرت کا نہایت صاف اور واضح الفاظ میں تذکرہ واعتراف کیا ہے اور ایسا نہیں ہے کہ صرف دوچار سطروں میں اشارات کردیئے ہوں بلکہ کم ازکم ایک صفحہ قومی زبان میں آئے گا۔ بلاشبہ جو کچھ ایک آزاد پرچے میں کہاجاسکتا تھا وہ سب کچھ نہیں کہہ سکا ہوں لیکن جو کچھ کہا ہے وہ بھی کم نہیں ہے۔ انشاء اللہ آپ خوش ہوں گے۔ مئی کا پرچہ تو مرتب ہوکر پریس پہنچ چکا ہے جون کے شمارے میں خدانے چاہاتو آپ دیکھیں گے۔

مولانا آزاد پر پی ایچ ڈی

تصنیف وتالیف کا کچھ نہ کچھ تو سلسلہ جاری ہی رہتا ہے لیکن دراصل پیش نظر کام مولانا ابوالکلام آزادؒ پر پی ایچ ڈی کے مقالے کی تیاری ہے۔ دعافرمایئے کہ یہ کام بحسن وخوبی انجام کو پہنچے۔ آپ جن علمی، دینی اور ملی خدمات میں مصروف ہیں ان سے طبیعت کوڈھارس بندھتی ہے خداکرے آپ کی مساعی ثمرآور اور نتیجہ خیز ثابت ہوں۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

نیازمند ابوسلمان شاہجہانپوری

بخدمت گرامی مولانا سمیع الحق ایڈیٹر ماہنامہ الحق دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

۱۷جنوری ۱۹۷۴ء ("الحق" پرتبصرہ، جذبات حقیقت کا اظہار)

مکرمی سلام مسنون، گرامی نامہ نے شاد کام فرمایا۔ آپ کی عنایت اور محبت کیلئے شکرگزار ہوں۔ "الحق" کے معیار ومزاج کے مطابق اگر کچھ لکھ سکوں تو اسے اپنی سعادت سمجھوں گا۔ اور انشاء اللہ اسکے لئے ضرور کچھ لکھوں گا۔ "الحق" پر جس تبصرے کا میں نے ذکر کیا تھا ارسال خدمت ہے آپ اسے اگر چھاپنا پسند فرمائیں تو بڑی خوشی سے حاضر ہے۔ قومی زبان چونکہ ایک نیم سرکاری ادارے کا پرچہ ہے اس لیے اس میں نہیں چھپ سکا حالانکہ اس کے ایڈیٹر بھی آپ سے عقیدت رکھتے ہیں اور حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کے تو خاص طور پر مداح ہیں۔ لیکن تبصرے کی اشاعت کے ساتھ اس بات کے اظہار کی ضرورت نہیں۔ میں سرکاری ملازم ہونے کے باوجود چونکہ سودوزیاں سے بے نیاز ہوں اسلئے آپ سے "الحق" سے یا حضرت شیخ الحدیث کے متعلق جذبات عقیدت ونیاز کے اظہار میں بیباک ہوں بلکہ میرے نزدیک علمائے حق سے محبت اور عقیدت بجائے خود ایک نیکی ہے خواہ ادنیٰ ترین نیکی ہو۔ اور میں اس نیکی سے محروم رہنا نہیں چاہتا لیکن تبصرے میں میں نے جن جذبات کا اظہار کیا ہے۔ وہ

عقیدت کا کرشمہ نہیں بلکہ میرے علم ونظر کا حاصل اور مطالعے کا نتیجہ ہے۔ وہ مداحی نہیں بلکہ ایک علمی رائے ہے، اگر چہ کسی درجہ کی ہو، اب یہ تبصرہ آپ کی نذر ہے۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

نیازمند: ابوسلمان شاہجہانپوری

۳رجون ۱۹۷۴ء ("الحق" کے مطالعہ سے استفادہ)

مکرمی سلام مسنون، آپ کی عنایت کا کس زبان سے شکریہ ادا کروں۔ "الحق" آتا ہے اور اس کے مطالعے سے استفادہ کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپکو اس کی جزائے خیر دے۔ اپریل کے پرچہ کا انتظار تھا خیال کیا کہ شاید لیٹ ہو لیکن اب مئی کا پرچہ آیا تو یقین ہوگیا کہ اپریل کا پرچہ شائع ہوا لیکن مجھ تک نہیں پہنچ سکا۔ براہ کرم اپریل کا پرچہ ارسال فرمادیں تا کہ اسے آئندہ اشاریے میں لے لیا جائے۔ انجمن ترقی اردو کی کتابوں سے ایک کتاب پر اس پرچہ میں تبصرہ نظر سے گزرا۔ ممکن ہے اپریل میں بھی کسی کتاب پر آیا ہو بہر حال امید ہے کہ تمام کتابوں پر تبصرہ آجائیگا۔ خدا کرے مزاج سامی بخیر ہوں۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ

نیازمند ابوسلمان شاہجہانپوری

---

۲۶ ستمبر ۱۹۷۶ء (اسلام اور عصر حاضر پر تبصرہ اور انجمن ترقی اردو میں پذیرائی)

برادر محترم، تحفہ سامی اور گرامی نامہ نے شاد کام فرمایا۔ ۱۲ جولائی سے میری طبیعت خراب تھی اور علالت کا سلسلہ اب تک دراز ہے۔ تمام معمولات معطل ہیں یہ عرصہ متعدد ترددات میں مبتلا گزرا ہے۔ اس مدت میں صرف آپ نے خوشی کا موقع مہیا فرمایا ایک تو اس خبر سے دل کو خوشی اور سکینت حاصل ہوئی کہ حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کی دعاؤں میں یاد کیا گیا دوسری خوشی "اسلام اور عصر حاضر" کو دیکھ کر ہوئی۔ ایک مفید کتاب فکر انگیز تحریرات کا مجموعہ خوبصورت انداز میں نظر نواز ہوا۔ ایک روز کالج گیا، کتاب ہاتھ میں تھی کئی صاحبوں نے اشتیاق ظاہر کیا اور پسند کی اب چھٹیوں کے بعد کالج جاؤنگا تو آپ کو پتے بھجوادونگا۔ انہیں وی پی کر دیجیے گا۔ دعوات حق کی بھی ضرورت ہوگی۔ میں نے اس پر لکھنے کیلئے بعض اشارات تو لکھ بھی لیے ہیں کوشش کرونگا کہ گنجائش کے مطابق مفصل بھی ہو لیکن آپ کسی تحریر کی خوبی کو اس کی طوالت میں کیوں تلاش کرتے ہیں۔ کوشش کروں گا کہ اکتوبر کے شمارے

میں تبصرہ آجائے لیکن آج کل عرق النساء کی شدید تکلیف ہے۔ اگر میں آپ سے آپ کی کتاب کا ایک نسخہ مانگوں تو کیا آپ عنایت فرمادیں گے۔ ہوا یہ کہ پروفیسر شیر علی کاظمی صاحب ایڈیٹر قومی زبان کے ایک دوست کو کتاب ایسی پسند آئی کہ کاظمی صاحب نے ایک نسخہ انہیں دیدیا۔ اس طرح انجمن کا کتب خانہ اس سے محروم رہ گیا حالانکہ تبصرہ کیلئے آنے والی ہر کتاب کا ایک نسخہ اسکے لیے لازمی ہے اگر ممکن ہو تو ایک نسخہ کاظمی صاحب کو بھیج دیجئے اور انہیں یہ بھی لکھ دیجئے کہ سنا ہے تاریخ وسوانح کے موضوع پر ''قاموس الکتب'' کی دوسری جلد شائع ہوگئی ہے امید ہے کہ ''الحق'' میں تبصرے کیلئے بھیج دیں گے۔ حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کی خدمت میں سلام مسنون کہیے۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ

ابوسلمان شاہجہانپوری

''علم وآگہی'' پر تبصرے کیلئے بہت بہت شکریہ اور اس سے زیادہ شکریہ طلوع اسلام کے سلسلے میں اظہار خیال پر آپ کے مشورے پیش نظر ہیں۔ اگر کسی دوست کیلئے خصوصی شمارہ جلد دوم کا کوئی نسخہ مطلوب ہو تو بے تکلف لکھ دیجئے۔

۱۲/اکتوبر ۱۹۸۰ء (مقتدرہ اور مصنفین اردو کے سلسلہ میں بہترین تعاون کی خواہش)

برادرم مکرم! ''مصنفین اردو'' کے سلسلے میں آپ کے حالات سے متعلق تختۂ اندراج وصول ہوگیا اس کا جواب تو آپ کو پروفیسر محمد ایوب قادری صاحب دے بھی چکے ہیں۔ لیکن اس سلسلے میں یہ گزارش کروں گا کہ آپ کا تعاون صرف آپ ہی کے حالات تک کیوں محدود رہے۔ ہمیں اس سلسلے میں آپ کا تعاون آپ کے پورے حلقہ احباب و واقفین تک مطلوب ہے۔ اگر ہمیں آپ کا تعاون اس باب میں حاصل نہ ہو تو ہم ''مصنفین اردو'' کے اس معیار اور جامعیت کو برقرار نہیں رکھ سکیں گے جو مقتدرہ کے پیش نظر ہے۔ براہ کرم ہمیں ایسے حضرات کے پتے فراہم کریں جو آپ کے خیال میں ''مصنفین اردو'' کے ذیل میں آتے ہیں۔ تاکہ ہم انہیں براہ راست متعلقہ فارم بھیج سکیں۔ آپ نے اس خط سے یہ تو اندازہ کر ہی لیا ہوگا کہ اب میں گورنمنٹ نیشنل کالج سے مقتدرہ میں آگیا ہوں مجھے امید ہے کہ آپ کی محبت واخلاص کی جو دولت مجھے اب تک حاصل رہی ہے وہ یہاں بھی حاصل رہے گی۔ مقتدرہ کے پیش نظر مقاصد اور منصوبوں میں ہم آپکے بہترین تعاون کے متمنی ہیں۔ خدا کرے کہ آپ کے مزاج بخیر ہوں۔ برادر مکرم اس کے ساتھ ایک اور خط بھی بھیج رہا ہوں دونوں خط آپ کی توجہ فرمائی سے محروم نہ رہیں گے۔ پی ایچ ڈی پر آپ کی مبارک باد کے لئے دلی شکریہ قبول فرماویں۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ

مخلص ڈاکٹر ابوسلمان شاہجہانپوری معاون علوم عمرانی وادبی

۱۲ اکتوبر ۱۹۸۰ء (ادارہ مقتدرہ کیلئے تجاویز۔ مصنفین اردو کی بایوگرافی۔ ''الحق'' کے مضامین کا مفصل اشاریہ۔ اخبار اردو کے اجراء کی اطلاع)

مکرمی سلام مسنون! اس خط سے آپ کو اندازہ ہو جائے گا کہ اب میں ''مقتدرہ'' میں آ گیا ہوں۔ میں اس پر خوش اور مطمئن ہوں کہ یہاں میرے سامنے اردو زبان اور علم وادب کی خدمت کا بہت بڑا میدان ہے۔ لیکن میں اپنے اس مقصد میں اپنے مخلص احباب اور کرم فرماؤں کے تعاون کے بغیر کامیاب نہیں ہوسکتا۔ مجھے امید ہے کہ مجھے ہمیشہ کی طرح آپ کا اخلاص وتعاون حاصل رہے گا۔ جہاں تک پاکستان میں اردو زبان کی اہمیت کا تعلق ہے آپ اس سے بخوبی واقف ہیں۔

''الحق'' کے بارہ میں رائے

اور آپ نے اپنے رسالے کے ذریعہ علم وادب، تاریخ ومذہب کی خدمات کے ساتھ اردو زبان کی بھی بیش قیمت خدمت انجام دی ہے۔ اب اگر مقتدرہ کو بھی آپ کے افکار وتجربات سے فائدہ اٹھانے کا موقع ملے تو وہ اپنے مقاصد کے سفر میں زیادہ اعتماد کے ساتھ آگے بڑھ سکے گی۔ اس وقت آپ سے دو گزارشات ہیں (۱) آپ اپنے موقر مجلّہ ''الحق'' کو مقتدرہ کے نام اعزازی طور پر جاری فرمادیں تاکہ مقتدرہ اپنے پیش نظر کاموں میں اس سے فائدہ اٹھاسکیں (۲) آپ کے رسالے میں شروع سے اب تک سینکڑوں علمی، ادبی، دینی، سیاسی، تاریخی شخصیات پر ان کی وفات پر اور اس کے بعد بھی مقالات افتتاحیہ، شذرات، مضامین وغیرہ نکلتے رہے ہیں، براہ کرم آپ ہمیں اس کا ایک اشاریہ بھجوادیں تاکہ مقتدرہ کے پیش نظر قاموس المصنفین اردو کے عظیم الشان منصوبے میں اس سے فائدہ اٹھایا جاسکے۔ اس اشاریے میں ان امور کی صراحت ضرور ہونی چاہیے یا ان میں سے زیادہ سے زیادہ معلومات جو حاصل ہوسکیں (۱) نام (۲) ولدیت (۳) تاریخ ومقام پیدائش (۴) تاریخ ومقام انتقال (۵) تصانیف (سب یا چند اہم) اور اس کے آگے رسالے کی تاریخ اشاعت مع صفحہ اس طرح بعض شخصیات کے ایک سے زیادہ حوالے بھی ہوں گے۔ براہ کرم یہ خیال رہے کہ یہ تمام ایسی شخصیات ہوں جو ''مصنفین'' کے زمرے میں شامل ہوسکیں۔ امید ہے کہ ان گزارشات پر ضرور اور جلد توجہ فرمائیں گے۔ مقتدرہ کی جانب سے عنقریب ایک رسالہ ''اخبار اردو'' کے نام سے جاری ہو رہا ہے

آپ کا پتہ مقتدرہ میں درج کرادیا ہے انشاء اللہ یہ رسالہ اور بعض دوسری چیزیں آپ کے نام بھیجی جاتی رہیں گی۔ امید ہے مزاج بخیر ہونگے۔ السلام علیکم

مخلص ابوسلمان شاہجہانپوری، معاون علوم عمرانی وادبی

بخدمت گرامی جناب مولانا سمیع الحق صاحب۔ ایڈیٹر ماہنامہ ''الحق'' اکوڑہ خٹک، لاہور

(خط بنام مدیر ''الحق'' مولانا راشد الحق سمیع)

کراچی: ۱۱ نومبر ۲۰۱۰ء

عزیز القدر راشد الحق سلمہٗ۔ میں بخیریت کراچی پہنچ گیا لیکن یہاں پہنچتے ہی مصروفیات کے ہجوم میں ایسا کھویا گیا کہ اپنا سراغ لگانا بھی بھول گیا۔ محترم قاری عبداللہ (بنوں) کا فون نہ آتا تو مجھے اپنا سراغ شاید اب بھی نہ ملتا۔ آپ سے مل کر مجھے خوشی ہوئی تھی اس کا سرور اب تک دل پر ہے۔ حضرت مولانا نے جس شفقت اور محبت کے ساتھ دارالعلوم میں میری پذیرائی فرمائی وہ آں موصوف کی بڑائی کی بات ہے، اللہ تعالیٰ ان کا سایہ ہمارے سروں پر قائم رکھے، حضرت کی ذات ستودہ صفات مغتنمات میں سے ہے۔ میں اپنے اس سفر کے تاثرات لکھنا چاہتا تھا اور آپ سے وعدہ بھی کر لیا تھا لیکن اس میں تاخیر ہوگئی لیکن جو لکھنا چاہتا تھا وہ پھر بھی نہ لکھ سکا۔ جو کچھ قلم سے نکلا ہے وہ تاثرات نہیں، چند حقائق ہیں جو نظر سے گزرے تھے یا دل پر اچانک وارد ہو گئے تھے۔ یہی قلم کی زبان سے نکل گئے۔ جو کچھ ہو گیا ہے اسے قبول کیجئے اور جہاں کہیں غلطی ہوئی ہو، بے تکلف درست کر دیجئے اور جہاں بعض جملوں میں جگہ خالی چھوڑ دی ہے، صرف نقطے لگا دیئے ہیں اسے پر کر دیجئے۔ اگر کسی جملے میں تبدیلی کی ضرورت محسوس ہو اسے ضرور درست کر دیجئے۔

حضرت مولانا کی خدمت میں سلام عرض کر دیجئے اور دعا کی درخواست بھی گوش گزار کر دیجئے۔ اپنے خاص حلقہ احباب میں اور دیگر پرسان حال کو میرا سلام کہیے اور آپ سب سے دعا کی درخواست ہے۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ خاکسار ابوسلمان

بہ مطالعہ عزیز مکرم مولانا راشد الحق سمیع حقانی دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک خیبر پختون خواہ (سرحد)

الحق میں ابوسلمان شاہجہانپوری کے مضامین کی تفصیل

۱) الحق کی خصوصی اشاعت 'دستور اور دستور ساز اسمبلی' کے بارے میں مکتوب، فروری ۱۹۷۴/ ۶۲۔ ۶۳

۲) دعوات حق' جلد اوّل پر تبصرہ [بشکریہ قومی زبان ، کراچی جون ۱۹۷۶ء]، ستمبر ۱۹۷۶/ ۶۹۔ ۷۰

۳) دارالعلوم دیوبند یادگار عظمت اسلاف، دسمبر ۱۹۷۸/ ۳۱۔ ۴۲

۴) سرسیّد احمد خاں [افکار ونظریات کا ایک بے لاگ جائزہ]، ستمبر ۱۹۸۲/ ۶۔ ۱۳

۵) شیخ الہند (محمود الحسنؒ) کی عظمت کے عناصر ترکیبی [خطاب]، مئی ۱۹۸۶/ ۴۱۔ ۴۵

۶) مولانا سعید احمد اکبر آبادیؒ، اپریل ۱۹۸۷/ ۴۴۔ ۴۹

۷) مکاتیب مولانا حسین احمد مدنیؒ اور اُن کا سیاسی پہلو [خطاب]، جون ۱۹۸۸/ ۱۰۔ ۲۰

۸) کاروانِ آخرت [مکتوب]، مارچ ۱۹۸۹/ ۵۰

۹) تحریک ہجرت افغانستان ۱۹۲۰ء کے مختلف کردار، شخصیات اور اثرات، اگست ۱۹۹۰/ ۳۱۔ ۳۵

۱۰) اسلامی انقلاب اور اس کا فکری لائحہ عمل از عبدالقیوم حقانی [مکتوب]، جنوری ۱۹۹۲/ ۶۱

۱۱) نظریہ پاکستان و بانی پاکستان (قائداعظم) کا کردار، چند غور طلب مسائل، اگست ۱۹۹۷/ ۳۷۔ ۶۱

۱۲) مکتوب [خصوصی اشاعت بر گولڈن جوبلی پاکستان]، ستمبر ۱۹۹۷/ ۵۷۔ ۵۸

۱۳) تذکرۂ علمائے پنجاب از اختر راہی، ستمبر ۱۹۸۱/ ۵۳۔ ۵۴

ڈاکٹر صاحبؒ کی خدمات اور کارنامے رہتی دنیا تک رہیں گے، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ڈاکٹر صاحب مرحوم کی جملہ مساعی کو قبول فرمائیں، کامل مغفرت نصیب فرمائے، تقصیرات سے درگذر فرمائیں اور اعلیٰ علیین میں جگہ نصیب فرمائے، آمین۔

فقیر گوہر رحمان نقشبندی فریدی

تزکیہ نفس کی پہلی شرط رزق حلال ہے

اللہ تعالٰی نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا ہے قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى کہ وہ شخص کامیاب ہوا جس نے اپنے آپ کو پاک کیا۔ تو گویا دو باتیں واضح ہوئیں، ایک یہ کہ انسان کے لئے فلاح اور کامیابی از بس ضروری ہے۔ اور دوسری بات یہ واضح ہوئی کہ اس کامیابی کے لئے شرط بھی بیان فرمائی گئی۔ وہ شرط کیا ہے؟ وہ شرط یہ ہے کہ اپنے آپکو پاکیزہ بنادو۔ تو پاکیزہ بن کے کامیاب ہو جاؤ گے۔

پاکیزہ بننے کا مطلب

اب پاکیزہ بننے سے کیا مطلب ہے؟ ایک ہے ظاہری پاکیزگی یعنی اپنے آپ سے ظاہری نجاست دور کر دینا۔ اور صاف عیاں ہے کہ ظاہری نجاست پر صاف پانی ڈال کے دور ہو جاتی ہے۔ جیسے ہمارے ہاتھ، منہ یا کپڑے، برتن وغیرہ جب میلے یا گندہ ہو جاتے ہیں تو پانی سے دھو کر صاف کر دیتے ہیں تو یہ ظاہری طہارت یا پاکیزگی ہے جو دوسری قسم ہے پاکیزگی کی، وہ باطنی صفائی، باطنی طہارت یا باطنی پاکیزگی ہے۔

طہارت حاصل کرنے کا طریقہ

انسان کے لئے یہ دونوں قسم کی پاکیزگی ضروری ہے۔ چاہئے کہ انسان کا ظاہر بھی صاف ہو اور اسکا باطن بھی اجلا ہو۔ ظاہری صفائی تو پانی، صابن یا شیمپو سے بھی حاصل کی جاسکتی ہے لیکن باطنی صفائی ان چیزوں سے حاصل کرنا ناممکن ہے۔ تو پھر کس چیز سے صفائے باطن حاصل ہو سکتی ہے؟

تزکیہ نفس

باطن کی صفائی کو تزکیہ نفس بھی کہتے ہیں۔ اسلئے اللہ تبارک وتعالٰی نے ارشاد فرمایا کہ جس نے اپنے آپ کا تزکیہ کیا وہ کامیاب ہوا۔ تزکیہ نفس کے لئے بھی مختلف قسم کے شیمپو اور صابن ہیں۔ جیسے اللہ تبارک وتعالٰی کا ذکر ہے، عبادات ہیں، اخلاص ہے اور بخل، حسد، ریا وغیرہ سے بچنا ہے۔ ہاتھ کی ظاہری صفائی پانی سے دھونا ہے اور باطنی صفائی اس ہاتھ کو اللہ تبارک وتعالٰی کی رضا کے خلاف

کاموں میں استعمال کرنے سے باز رکھتے ہوئے پاکیزہ بناتا ہے۔ پاؤں کی ظاہری صفائی پانی اور صابن سے ممکن ہے، لیکن ان کی باطنی صفائی ان پیروں سے اللہ باری تعالیٰ کے ممنوعہ چیزوں کی طرف جانے سے منع کرنا ہے۔ اسی طرح سب انسانی اعضاء کی صورت حال ہے۔ لیکن ان سب میں سر فہرست پیٹ کی صفائی یعنی اکل حلال (رزق حلال)اور حلال کمائی کھانا اور کھلانا ہے۔ جس قدر انسان کے پیٹ میں حلال رزق سے بنا خون اسکی رگوں میں گردش کریگا۔ اتنی تیزی سے اسکے باطن کی صفائی ہوگی۔ حضرت حبیب بن اسلم راعیؒ کے پاس ایک شخص نے نصیحت کی درخواست کی تو آپؒ نے فرمایا لا تجعل قلبك صندوق الحرص وبطنك وعاء الحرام یعنی اپنے دل کو حرص کی کوٹھری اور پیٹ کو حرام کی گٹھڑی نہ بنا۔ (کشف المحجوب ص: ۱۳۷)

بنی سرائیل کے ایک نبی نے ایک طالب العلم کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: وانظر خبزك الذی تأكلهُ حتّی یكونَ من الحلال فامتنع الفتیٰ عن الخروج (منبہات:۱۳)

رزق حلال سے کیا مراد ہے؟

اب حلال سے کیا مراد ہے؟ ایک حلال اور حرام وہ ہے جو فی نفسہ حلال یا حرام ہو۔ جیسے شراب حرام ہے، پانی حلال ہے۔ گائے کی گوشت حلال ہے، سوئر کھانا حرام ہے۔

دوسری قسم حلال وحرام کی یہ ہے کہ کوئی چیز فی نفسہ تو حرام نہیں لیکن اس چیز کو ایسے طریقہ سے حاصل کیا گیا کہ اس کی حلت حُرمت میں تبدیل ہوگئی، جیسے مرغی تو حلال ہے لیکن اگر یہ چوری کی مرغی ہے تو حرام اور ناجائز ہوگئی۔ گائے کی گوشت تو ہے حلال، لیکن اگر اس پر اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کا نام مبارک لئے بغیر چھری چلائی گئی تو یہ حرام بن جائیگی۔ آٹا دال چاول وغیرہ انسان کے لئے ممنوع نہیں لیکن اگر یہ رشوت، چوری یا کسی اور ناجائز طریقہ سے حاصل کی گئی رقم سے خریدے گئے ہوں تو ناجائز اور حرام بن جاتے ہیں۔ اور پھر انہی اجناس اور روپوں پیسوں سے خریدی گئی اشیاء جب انسان استعمال کرتا ہے، تو انسانی نفس تو موٹا تازہ ہو جاتا ہے لیکن قلب پر ظلمت شب کی تاریکی چھا جاتی ہے۔ اور بطور نتیجہ اس قلب پر ابلیس وساوس کے ذریعہ غالب ہو جاتا ہے۔ ایک مرتبہ حضرت شیخ ابوسعید الخرازؒ نے ابلیس کو خواب میں دیکھا اور ارادہ کیا کہ اپنا عصا لیکر ابلیس کو مارے۔ ابلیس نے ان کا ارادہ دیکھ کر جان لیا تو کہا اے ابوسعید! انا لا اخاف من العصاء وانما اخاف من شعاع الشمس المعرفة اذا طلعت من سماء القلب العارف میں عصا کی مار سے نہیں ڈرتا۔ البتہ آفتاب معرفت کی شعاع سے ضرور کانپ جاتا ہوں۔ یعنی وہ آفتاب معرفت جو قلب مبارک کے

نورانی آسمان سے طلوع ہوتا ہے۔ (تفسیر روح البیان ج ا،ص ۵)

رزق حرام کا اثر

اصل مرکز تجلیات الہی کا یہ قلب ہے۔ اگر یہ قلب شیشہ کی طرح صاف و شفاف ہے تو یہ انوارات اور تجلیات ربانی کو قبول کریگا۔ لیکن اسی قلب پر جس قدر ظلمت اور تاریکی حرام اشیاء کی وجہ سے چڑھی ہوگی، اسی قدر اس قلب مرکز تجلیات ربانی اور انوارات الہی کے درمیان پردے ہونگے۔ حضرت علامہ حافظ منذریؒ اپنی کتاب الترغیب والترھیب میں فرماتے ہیں، اگر کسی نے کپڑا بُنا اور اس میں نو حصے حلال کے ہیں اور ایک حصہ حرام کا ہو، اور وہ اس کپڑے میں نماز پڑھے، تو اسکی نماز قبول نہیں ہوتی۔ اگر کسی تالاب کا پانی کھارا اور شورزدہ ہو تو اس پانی سے سیراب شدہ باغات سے حاصل کردہ پھل بھی کڑوا کسیلا ہوگا۔ انسانی معدہ کا مثال بھی ایک حوض ہے، اسمیں بھی اگر حرام غذا موجود ہو تو اس سے سیئات اور ناپسندیدہ اعمال صادر ہونگے۔

مشاہدہ

بعض اوقات بندہ عاجز نے اچھے خاصے تعلیم یافتہ اور سمجھدار مسلمان بھائیوں کو دیکھا ہے کہ کسی پھل بیچنے والے سے پھل خریدنے کے لئے کھڑا ہوا اور بھاؤ تاؤ کرنا شروع کرتے ہی انگور کا دانہ منہ میں ڈالدیا، یا امرود، مالٹا اٹھا کر کھانا شروع کیا۔ آپ کے مشاہدہ میں بھی آیا ہوگا، اکثر سردی کے موسم میں شوگر ملز کے لئے ٹریکٹر ٹرالیوں میں گنا لے جانے کے دوراں جس کا بھی بس چلتا ہے اور جتنا بھی بس چلتا ہے، بلا اجازت اور بے سوچے سمجھے گنے نکال لیتا ہے اور انہی حرام گنوں کو شیر مدر کی طرح حلال سمجھ کر چوستے ہیں۔ یہ بہت چھوٹی باتیں نظر آتی ہیں لیکن ان کے ظلماتی اثرات بہت گہرے ہوتے ہیں۔ آپ اس سے اندازہ لگالیں کہ جب ان چھوٹی باتوں کے اثرات اتنے گہرے ہوتے ہیں تو پھر چوری چکاری سے حاصل کردہ اشیاء، رشوت کے ذریعے آمدنی اور غصب شدہ مال و دولت کے باطنِ مسلم پر کیا اثرات ہوں گے؟

حلال لقمہ اور قبولیت دعاء

جس شخص کے پیٹ میں حلال لقمہ ہو اسکی دعا ضرور شرف قبولیت حاصل کرلیتی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے فرمایا تھا، حلال کھایا کرو تمہاری دعا قبول ہوگی، اس کے نتیجہ میں ایک روایت ہے کہ کسی نے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے پوچھا آپؓ کی دعاء کی

قبول ہونے کی کیا وجہ ہے؟ آپؓ نے فرمایا: اسلئے کہ میں اسوقت تک لقمہ منہ میں نہیں لے جاتا جب تک یہ معلوم نہ کرلوں کہ یہ کھانا کہاں سے آیا ہے؟

آپؓ کے ایک غلام عبدالرحمانؓ کہتے ہیں کہ ایک رات میں اور حضرت سعدؓ کھجوروں کے ایک باغ میں ٹھہرے۔ ہم دونوں بھوکے تھے اور ہمارے پاس کوئی چیز کھانے کی بھی نہ تھی۔ اور نہ ہی ہم نے باغ کا مالک وہاں پایا۔ حضرت سعدؓ نے مجھ سے فرمایا: اگر تو سچا مسلمان ہے، تو یہاں کی ایک کھجور بھی نہ چکھنا۔ چنانچہ ہم نے وہاں پر اپنی سواری باندھی اور ساری رات بھوکے ہی گزار دی۔ جب صبح ہوئی تو باغ کا مالک وہاں آیا اور ہم نے اس سے کچھ کھجوریں اور گھاس قیمت ادا کر کے خرید لیں، کھجور خود کھالیں اور گھاس سواری کو کھلایا۔ (معالم التنزیل: ۱/۷۸۹)

سرکاری دفاتر میں نئی اصطلاح

اب تو سرکاری دفاتر میں، کمیشن کو بھی مات دیتے ہوئے، ایک نئی اصطلاح متعارف ہوئی ہے جسے تحفہ اور خیرات کا نام دیا جاتا ہے۔ گزشتہ دنوں ایک سرکاری ملازم نے پوچھا کہ جی میں تو رشوت قطعاً نہیں لیتا، لیکن اگر کوئی خیرات کے طور پر کچھ دیتا ہے تو خیرات تو ہر کسی کو دی جاسکتی ہے۔ بندہ نے اس سے پوچھا کہ کیا یہ آدمی عادتاً کبھی کبھار آپ کے دفتر آکر آپکو کچھ تحفہ یا خیرات دے جاتا ہے یا صرف اپنے کسی کام، جو آپ سے متعلق ہے، کی وجہ سے آپ کو روپے پیسے دیتا ہے؟ اگر بغیر کسی کام اور ضرورت کے وہ شخص آپ کے پاس کبھی کبھار آتا ہے اور اللہ کی رضا اور خوشنودی کیلئے صرف مسلمان بھائی سمجھتے ہوئے آپکو رضائے الٰہی کی خاطر کچھ دیتا ہے تو ٹھیک ہے ورنہ یہ سب رشوت میں شامل ہے۔ یہ کمائی حرام ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اطہر میں ایک صحابی کو زکوٰۃ کی حصول کیلئے مامور کر کے بھیجا گیا۔ جب واپس آئے تو زکوٰۃ کے مال میں سے کوئی چیز ایک طرف کر کے رکھ دی اور عرض کیا کہ یہ زکوٰۃ دینے والے نے مجھے تحفہ کے طور پر دی ہے۔ نبی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا وہ شخص آپ کو حصول زکوٰۃ پر مامور ہونے کے بغیر بھی کوئی تحفہ دیتا ہے؟ عرض کیا کہ نہیں! تو حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر اسے بھی زکوٰۃ کے مال کے ساتھ شامل کرو۔

واقعات مشائخ عظامؒ

آپ لوگوں کو مشائخ کرام حضرات کی چند واقعات تمثیلاً بیان کرتا ہوں کہ آپ کو حرام اور حلال چیزوں کی نزاکت کا اندازہ ہو سکے۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کے ایک شخص مقروض

تھا اور اسی کے علاقہ میں ایک موت واقع ہوگئی اور جب امام ابو حنیفہؒ جنازے میں شرکت کے لئے گئے تو ہر طرف دھوپ پھیلی ہوئی تھی اور موسم گرم تھا۔ اس مقروض کے گھر کی دیوار کے پاس کچھ سایہ تھا۔ جب آپؒ سے لوگوں نے کہا کہ حضرت دھوپ سے بچنے کیلئے اس دیوار کے سایہ میں تشریف لے جائیں تو فرمایا کہ اس گھر کا مالک میرا مقروض ہے، اس لئے اس کے مکان کی دیوار کے سایہ سے استفادہ کرنا میرے لئے جائز نہیں۔ کیونکہ حدیث شریف کا مضمون ہے کہ قرض کی وجہ سے جو نفع بھی حاصل ہو، وہ سُود ہے۔ حضرت امام شافعیؒ بیت اللہ شریف میں چاند کی روشنی میں مصروف مطالعہ تھے، تو لوگوں نے کہا، حضرت! اندر شمع کی روشنی میں مطالعہ کیجئے۔ آپؒ نے فرمایا کہ وہ روشنی بیت اللہ شریف کے لئے مخصوص ہے، اس میں مطالعہ کرنا میرے لئے ناجائز ہے۔ حضرت امام احمد بن حنبلؒ کا ایک واقعہ ہے۔ آپؒ کا بیٹا حضرت صالحؒ اصفہان کے قاضی تھے۔ ایک دن حضرت امام صاحبؒ کے خادم نے حضرت صالحؒ کے مطبخ سے آٹا گوندھنے کیلئے خمیر لیکر روٹی تیار کی۔ جب وہ روٹی حضرت امام صاحبؒ کے سامنے پیش کر دی گئی تو امام صاحبؒ نے فرمایا کہ یہ اس قدر نرم کیوں ہے؟ خادم نے پوری بات عرض کی تو امام صاحبؒ نے فرمایا کہ جو شخص اصفہان کا قاضی رہا ہو اسکے گھر سے لی گئی خمیر سے بنائی گئی روٹی میرے کھانے کے لائق نہیں۔ وہ روٹی اسی طرح پڑی رہی۔ آخر سوکھ کر خادم نے دریائے دجلہ میں پھینک ڈالی لیکن امام صاحب کے تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ اس دن کے بعد انہوں نے دریائے دجلہ سے مچھلی کھانا بھی چھوڑ دیا (کہ یہ روٹی مچھلیوں نے کھائی ہوگی)

یہ واقعہ حضرت داؤد طائیؒ کا ہے۔ ایک مرتبہ حضرت ابو بکر عیاشؒ آپ کی خدمت میں پہنچے تو دیکھا کہ آپؒ کے ہاتھ میں روٹی کا ٹکڑا ہے اور رو رہے ہیں، حضرت ابو بکر عیاشؒ نے رونے کا سبب پوچھا، تو کہنے لگے کہ دل تو یہ چاہتا ہے کہ کھا لوں لیکن یہ پتہ نہیں کہ حلال ہے یا حرام؟ حضرت احمد حربؒ کا ایک واقعہ ہے۔ ایک مرتبہ آپؒ کی والدہ نے پالتو مرغ پکا کر آپؒ سے کھانے کے لئے کہا، تو آپؒ نے فرمایا کہ اس مرغ نے ایک ہمسایہ کی چھت پر جا کر چند دانے کھا لئے تھے، اسلئے میں اس مرغ کا گوشت نہیں کھا سکتا۔ اس قسم کے بیشمار واقعات ہیں لیکن یہ چند آپ کو بطور نمونہ بیان کئے۔ ضروری امر یہ ہے کہ حلال و حرام کا خاص خیال رکھا جائے کیونکہ اکل حلال تصوف کی ابتدا اور تزکیہ نفس کے لئے شرط اولین ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ہم سب کو آخرت کی فکر نصیب فرمائے۔ (آمین)

صاحبزادہ عبدالحق ثانی

دارالعلوم کے شب وروز

جامعہ دارالعلوم حقانیہ کی سالانہ مجلس شوریٰ کا اجلاس

۲۱رفروری کو جامعہ دارالعلوم حقانیہ کی سالانہ مجلس شوریٰ کے اجلاس کا انعقاد جامع مسجد شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق" میں مہتمم جامعہ شیخ الحدیث حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ کی زیرصدارت منعقد ہوا، نائب مہتمم حضرت مولانا حامد الحق حقانی صاحب نے معزز اراکین شوریٰ کا شکریہ ادا کیا۔ حضرت مہتمم صاحب نے آئندہ سال کا بجٹ پیش فرمایا جسے اللہ کے توکل پر اراکین شوریٰ نے منظور کیا، مجلس شوریٰ کے اجلاس میں جناب سینٹر طلحہ محمود صاحب کے علاوہ دیگر حضرات بھی شریک تھے۔

مہتمم حضرت مولانا انوارالحق حقانی صاحب مدظلہ کی مصروفیات

۲۴ جنوری کو اتحاد تنظیمات مدارس پاکستان کے اہم اجلاس کیلئے لاہور تشریف لے گئے جہاں ۲۵ جنوری کو اجلاس زیرصدارت مفتی منیب الرحمٰن صاحب منعقد ہوا۔ اجلاس میں وفاق المدارس العربیہ پاکستان سے مولانا انوار الحق نے شرکت کی اور اپنا موقف پیش کیا اور کہا کہ ہم افہام وتفہیم سے مسائل حل کرنا چاہتے ہیں، تعاون پر بھی آمادہ ہیں لیکن حکومت کو بھی حقائق کا ادراک ہونا چاہیے، رضاکارانہ طور پر معاملات کو حل کرنا حکومت دینی مدارس وجامعات اور ملک وملت کے مفاد میں ہیں۔ حکومت کیساتھ مذاکرات کا سلسلہ حسب سابق جاری رہے گا۔ حکومت کو یہ باور کرانا چاہیے کہ اتحاد تنظیمات مدارس پاکستان اوران تنظیمات سے ملحق دینی مدارس وجامعات کا کوئی سیاسی ایجنڈا نہیں ہے، یہ تعلیمی ادارے اپنے اکیڈمک ایجنڈے تک محدود رہیں گے، البتہ بعض ناقابل قبول فیصلوں پر احتجاج سب کا آئینی وقانونی اور شرعی حق ہے۔

۲۶ جنوری: ایوان شریعت ہال میں ششماہی امتحان کے نتائج کا پروگرام منعقد ہوا جس کی صدارت

حضرت مہتمم صاحب نے فرمائی اور طلبہ کرام میں تقسیم انعامات کا انعقاد بھی کیا گیا۔آخر میں طلبہ کرام کو خوب محنت کی تلقین فرمائی تاکہ وفاق المدارس کے امتحان میں نمایاں کامیابی حاصل کرکے جامعہ کا نام روشن کرسکیں۔شیخ الحدیث حضرت مولانا ادریس صاحب نے بھی طلبہ کرام کو ترغیبی بیان فرمایا کہ جو طالب علم وفاق المدارس کے امتحان میں ملکی سطح پر پوزیشن حاصل کرے گا اس کے لئے ادائیگی عمرہ میری طرف سے ہوگی۔آخر میں حضرت مہتمم صاحب نے دعا فرمائی۔

☆ ختم نبوت کانفرنس کانگرہ (جسے مولانا میاں محمد ایاز صاحب نے منعقد کیا تھا) میں ختم نبوت کے موضوع پر حضرت مہتمم صاحب نے خطاب فرمایا۔

☆ شیخ الحدیث مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ رحمہ اللہ کے نواسہ سید عمار شاہ بن مولانا امجد علی شاہ کے بیٹے کے نکاح میں شرکت فرمائی۔

۳۱ رجنوری کو مفتی ذاکر حسن صاحب کے بھتیجے کا نکاح پڑھایا۔

☆ ملک محبوب الٰہی کے بیٹے ملک عادل کی شادی میں شرکت فرمائی اور نکاح بھی حضرت مہتمم صاحب نے پڑھایا،ملک محبوب الٰہی کے والد ملک امر الٰہی حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کے قریبی احباب اور دارالعلوم کے اولین اراکین میں سے تھے۔

☆ مولانا امداد اللہ صاحب کی دعوت پر بابوزئی مردان تشریف لے گئے جہاں مسجد القاسم میاں خان ضلع مردان کا سنگ بنیاد رکھا،اس موقع پر مولانا سلمان الحق صاحب بھی ہمراہ تھے۔

☆ مولانا صاحب حسین صاحب کے والد گرامی کے جنازہ کے لئے پیر سباق تشریف لے گئے اور جنازہ پڑھایا اور جملہ پسماندگان سے تعزیت کی۔

نائب مہتمم حضرت مولانا حامد الحق حقانی صاحب مدظلہ کی مصروفیات واسفار

۲۸ جنوری: حکومتی اعلیٰ سطحی وفد نے اکوڑہ خٹک میں حضرت مولانا حامد الحق حقانی صاحب سے ملاقات کی اور ملکی صورتحال میں جمعیت علمائے اسلام سے معاونت طلب کی،حکومتی وفد کی قیادت اسپیکر قومی اسمبلی جناب اسد قیصر صاحب،وزیر دفاع جناب پرویز خٹک صاحب اور وزیر مملکت جناب علی محمد خان صاحب کررہے تھے،وفد نے آخر میں مہتمم جامعہ شیخ الحدیث حضرت مولانا انوار الحق

صاحب مدظلہ سے بھی ملاقات کی۔

۳فروری: جماعت اسلامی پاکستان کی جانب سے اسلام آباد میں ''قومی کشمیر کانفرنس'' کا انعقاد کیا گیا، مولانا حامد الحق حقانی صاحب نے جمیعت علمائے اسلام کی نمائندگی کرتے ہوئے خطاب فرمایا۔

۹فروری: راولپنڈی کی معروف خانقاہ عیدگاہ شریف کے زیراہتمام اسلام آباد میں علماء ومشائخ کانفرنس میں شرکت کی اور خطاب فرمایا۔

۳رجنوری: جمیعت علمائے اسلام پاکستان کی مرکزی مجلس شوریٰ کا اجلاس جامعہ حقانیہ میں منعقد ہوا، جس کی صدارت والدمحترم حضرت مولانا حامد الحق حقانی صاحب مدظلہ نے کی، اجلاس میں ملک بھر سے اراکین شوریٰ نے کثیر تعداد میں شرکت کی اور اجلاس میں اہم فیصلے کیے گئے۔

۹رجنوری: تحریک نفاذ امتناع قادیانیت آرڈیننس کے سربراہ مولانا یونس حسن صاحب نے اکوڑہ خٹک میں حضرت مولانا حامد الحق حقانی مدظلہ سے ملاقات کی۔

۱۰رجنوری: موضع میشک ضلع نوشہرہ میں جماعت اشاعت التوحید والسنہ کے زیراہتمام کانفرنس میں شرکت اور خطاب فرمایا۔

۲۴رجنوری: جمیعت علمائے اسلام کے بزرگ رہنما حافظ حسین احمدؒ کی ہمشیرہ کی وفات پر تعزیت کے لئے ان کی رہائش گاہ مردان تشریف لے گئے۔

۲۴رجنوری: جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے فاضل اور مخلص ساتھی مولانا میاں ایاز احمد حقانی کی والدہ کی وفات پر تعزیت کے لئے کانگڑہ شبقدر تشریف لے گئے۔جامعہ کے دیگر اساتذہ نے بھی تعزیت کی اور جامعہ میں مرحومہ کے ایصال ثواب کے لئے اہتمام کیا گیا۔

یکم فروری: بنوں شادیوخاص میں جمیعت علماء اسلام کے مرحوم رہنما مولانا سید نذیر احمد شاہ مرحوم کی یاد میں شمولیتی جلسے میں بطور مہمان خصوصی شرکت اور خطاب فرمایا۔

۱۷رفروری: جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے قدیم فاضل شیخ الحدیث والقرآن حضرت مولانا غلام صادق صاحبؒ کی نماز جنازہ میں شرکت کے لئے چارسدہ تشریف لے گئے اور وہاں تعزیتی خطاب بھی فرمایا۔

ردقادیانیت اورختم نبوت کورس کے شرکاء میں اسناد کی تقسیم

جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے طلبائے کرام کیلئے امسال دورۂ حدیث کے طالب علم مولوی منصور احمد اوران کے رفقاء کے مساعی سے ردقادیانیت اورختم نبوت کورسسز کا اہتمام کیا گیا جس میں تقریباً ایک ہزار طلباء کرام نے وقفوں کے ساتھ استفادہ کیا، ان طلبائے کرام کو اسناد سے نوازنے کے لئے بروز بدھ ۱۰ارفروری ۲۰۲۱ء بعد از عشاء درجہ رابعہ کی کلاس احاطہ "دارالتدریس" بیادمولانا سمیع الحق شہیدؒ میں ایک تقریب کا انعقاد ہوا جس میں جامعہ کے استادمولانا عرفان الحق حقانی صاحب نے مہمان خصوصی کے طور پر شریک ہوکر طلباء کو اس موضوع کی اہمیت اور دارالعلوم حقانیہ اور اس کے ارباب اہتمام کی خدمات پر سیر حاصل خطاب فرمایا، آخر میں کورس کے شرکاء کو اسناد تقسیم کی گئیں۔

دارالعلوم کے استادکا قابل فخرعلمی کارنامہ نفح عرف الشذی شرح شمائل ترمذی کی اشاعت

حضرت مولانا فیض الرحمٰن حقانی ،جوعلمی حلقوں میں محقق، نامور ادیب اور ہردلعزیز شخصیت کے طور پر متعارف ہیں،ان کی نئی علمی کاوش نفح عرف الشذی شرح شمائل الترمذی چار جلدوں میں منظر عام پرآ گئی ہے،حضرت مہتمم اور مدیرمسؤل مولانا راشدالحق سمیع واساتذہ صاحبان نے مولانا موصوف کے اس اہم شاندارعلمی کام کوسراہااور مبارکباد پیش کی۔

مولانا عرفان الحق حقانی کےفرزندمحمداظہارالحق ثانی اورخزیمہ سمیع کے بیٹے کی پیدائش

رب ذوالجلال کے فضل وکرم سے بروز جمعہ ۱۲فروری۲۰۲۱ء کو خانوادہ شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ میں ایک خوبصورت پھول کا اضافہ یوں ہوا کہ استاد جامعہ دارالعلوم حقانیہ مولانا عرفان الحق کوفرزندعزیز کی دولت سے نوازا گیا، الحمد لله وذلك فضل الله يؤتيه من يشاء خاندان بھر میں اس سے خوشی کی لہر دوڑ گئی،مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے اس نواسے اورمولانا الحاج اظہار الحق مرحوم کے پوتے کا نام اپنے دادا کے نام کی مناسبت سے محمد اظہار الحق ثانی رکھا گیا،اسی طرح صاحبزادہ خزیمہ سمیع کے ہاں بھی ۱۷فروری ۲۰۲۱ء کو بیٹے کی پیدائش ہوئی جس کا نام محمد حزقیل سمیع رکھا گیا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے ان دونوں بچوں کو اپنے بڑوں کا حقیقی جانشین ٹھہرائے،علم باعمل کے ساتھ خدمت دین متین کے لئے قبول فرماوے،آمین بجاه النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم

مولانا محمد اسلام حقانی

تعارف وتبصرہ کتب

● أضواء التبیان فی تفسیر آیات القرآن تالیف: مولانا مفتی روح الامین نوشہروی

ضخامت: ۱۳۲۸ صفحات (دوجلدیں) ناشر: مکتبہ الرشاد محلہ جنگی پشاور 03329011739

برصغیر پاک و ہند میں تفسیر قرآن کی جتنی خدمت اللہ تعالیٰ نے دارالعلوم دیوبند کے منتسبین سے لی ہے اس کی مثال بہت کم ملتی ہے، حضرت شاہ ولی اللہؒ کے علوم و معارف، تفہیم قرآن کا منفرد انداز ان کے نسبی اولاد کے ذریعہ علمائے دیوبند تک پہنچا اور انہوں نے پوری دنیا میں پھیلایا، شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ کے تلامذہ سے اللہ تعالیٰ نے بڑے پیانے پر قرآن فہمی کی خدمت لی ہے۔

علمائے دیوبند نے مختلف انداز واسالیب سے قرآن مجید کی تفاسیر لکھی ہیں، ان سب کا احاطہ تو اس مختصر تبصرہ میں دشوار ہے البتہ چند ایک کے نام نذر قارئین ہے۔ ترجمہ شیخ الہند مع فوائد، جس کی تکمیل شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے کی اور تفسیر عثمانی کے نام سے مشہور ہے، بیان القرآن از حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ، فتح المنان فی تفسیر القرآن از مولانا عبدالحق حقانیؒ، معارف القرآن از مفتی اعظم پاکستان مولانا مفتی محمد شفیعؒ، معارف القرآن از شیخ التفسیر مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ، انوار القرآن از مولانا مفتی محمد نعیمؒ، جواہر القرآن از شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان، معالم العرفان فی دروس القرآن از مولانا صوفی عبدالحمید سواتیؒ، تفسیر وترجمہ قرآن عزیز از شیخ مولانا احمد علی لاہوریؒ وغیرہم۔

مولانا مفتی روح الامین نوشہروی جامعہ فاروقیہ کراچی کے قابل فاضل اور جامعہ اسلامیہ پلندری آزاد کشمیر کے استاذ تفسیر وحدیث ہیں، دسیوں علمی کتابوں کے مؤلف ومصنف بھی ہیں، تفسیر قرآن سے خصوصی شغف رکھتے ہیں، اب کی بار انہوں نے ''اضواء التبیان فی تفسیر آیات القرآن'' کے نام سے پشتو زبان میں دو جلدوں پر مشتمل تفسیر لکھی ہے، شیخ الحدیث حضرت مولانا مغفور اللہ صاحب مدظلہ نے تقریظ وتائید لکھ کر سند دی ہے، مفسر موصوف نے ڈیڑھ سو عربی، اردو، فارسی اور پشتو کی تفاسیر سے استفادہ کرکے یہ مجموعہ تیار کیا ہے، ہر سورت کی ابتداء میں تعارف سورۃ، ربط، موضوع اور فضیلت ذکر کرتا ہے، ہر آیت کی تفسیر کے شروع میں اس کا مقصد، خلاصہ اور مشکل الفاظ کے معانی بیان کرتا ہے، آیت کریمہ کا پہلے بامحاورہ ترجمہ اوراس کے تحت لفظاً ترجمہ کرنا بھی اس تفسیر کی

خصوصیت ہے۔بہرحال! پشتو زبان کی تفاسیر میں یہ ایک خوبصورت اضافہ ہے، علماء، طلبہ، اسکول و کالج کے طلبہ کرام اور ہر طبقہ سے تعلق رکھنے والے مسلمانوں (جو پشتو پڑھنا جانتے ہیں) کیلئے ایک بہترین تحفہ ہے، قرآن مجید کے فہم کے لئے اس تفسیر کا مطالعہ مفید ہوگا، امید ہے کہ مفتی صاحب اردو میں بھی اس طرح کی تفسیر لکھ کر فائدہ کو عام فرمائیں گے، اللہ تعالیٰ مفتی صاحب کی اس کاوش کو قبولیت سے نوازے (آمین) (مبصر: مولانا سید حبیب اللہ شاہ حقانی)

- **ظہور مہدی اور عصر حاضر** تالیف: مولانا مفتی ڈاکٹر ثناء اللہ مردان

ضخامت: ۳۱۹ صفحات ناشر: مرکز البحوث الاسلامیہ مردان رابطہ نمبر: 03133736809

امام مہدی رضوان اللہ علیہ کا ظہور اشراط الساعہ کی علامات کبری میں سے ایک ہے، احادیث نبویہؐ کے مطابق قرب قیامت میں امام مہدی کی ولادت ہوگی اور مکہ مکرمہ میں آپ بیعت خلافت لیں گے اور اللہ کے دین کو غالب کریں گے جبکہ عرصہ دراز سے معتزلی فکر کا حامل ایک ٹولہ ظہور مہدی کے متعلق تواتر معنوی کی حد تک پہنچی احادیث مبارکہ کو رد کرکے امام مہدی کی آمد کا انکار کرتے ہیں اور یہ لوگ اس ہٹ دھرمی پر قائم ہیں کہ امام مہدی کے بارے میں کوئی صحیح حدیث موجود نہیں لیکن پوری امت مسلمہ کے چودہ سو سالہ مفسرین، محدثین، فقہاء، علماء اور اہل سنت والجماعت کا یہ متفقہ عقیدہ ہے کہ مہدی آخرالزمان آخری دور میں تشریف لائیں گے، کفار اور منافقین سے قتال کرکے روئے زمین پر خلافت علی منہاج النبوۃ قائم کریں گے، ان دشمنانِ اسلام میں وہ نام نہاد مسلمان طبقہ بھی شامل ہوگا جو اسلام اور اسلامی نظام کے دشمن ہیں اور امام مہدی رضوان اللہ علیہ کی آمد سے متعلق احادیث تقریبا بیس سے زائد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی ہیں جنہیں سب محدثین نے اپنی اپنی کتب حدیث میں تواتر کے ساتھ نقل کیا ہے جبکہ بعض محدثین نے اس پر مستقل کتابیں بھی لکھی ہے، دجال اور حضرت مہدی کے بیان کو رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت اہمیت کے ساتھ بیان فرمایا ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بار بار اس کے بارے میں یاد دہانی فرماتے رہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد تابعین، تبع تابعین، مفسرین، محدثین اور فقہاء نے اس کو شد ومد سے بیان کیا ہے اور ہر دور کے علماء ومحققین اس موضوع پر تصنیفات لکھتے رہے ہیں، جس کی ایک طویل فہرست ہے اب تو ظہور مہدی دیگر موضوعات کی طرح ایک مستقل موضوع کا روپ دھار چکا ہے حتی کہ بعض محققین نے اس پر انسائیکلو پیڈیا کی صورت میں کام شروع کیا ہے، مولانا مفتی ڈاکٹر ثناء اللہ حقانی (ہوتی مردان) کی کاوش فقہ المتحولات و المتغیرات فی ارھاصات المھدویات اس سلسلہ کی ایک مؤثر اور مضبوط کڑی ہے۔

زیر تبصرہ کتاب ''ظہور مہدی اور عصر حاضر'' فقه المتحولات و المتغیرات فی ارهاصات المهدویات کا دوسرا اور تیسرا حصہ ہے جس میں مصنف موصوف نے حضرت امام مہدی رضوان اللہ علیہ کے متعلق جملہ مباحث پر نہایت عرق ریزی اور جانفشانی سے مستند انداز میں روشنی ڈالی ہے اور ظہور امام مہدی کی علامات کا عصر حاضر میں رونما ہونے والے حوادث اور واقعات کیساتھ نہایت خوش اسلوبی سے تطبیق کی ہے، مصنف موصوف کی اس معرکۃ الآ راء کاوش کا حصہ اول اور یہ حصہ دوم وسوم اہل علم وفضل سے خراج تحسین وصول کر چکے ہیں، اپنے موضوع پر یہ ایک وقیع علمی وتحقیقی کام ہے، مصنف موصوف اس اہم موضوع پر مزید کام بھی نہایت تندہی کیساتھ جاری رکھے ہوئے ہیں، اللہ کرے کہ اس علمی وتحقیقی کام سے امت مسلمہ مرحومہ میں شعور وپختگی اور یقین محکم پیدا ہو جائے (آمین)

● **سیرت کے نقوش** تالیف: امام اہل سنت مولانا محمد عبدالشکور لکھنوی فاروقی

ترتیب وتخریج: مولانا محبوب احمد، مفتی محمد اظہر ناشر: مکتبہ عشرہ مبشرہ اردو بازار لاہور 03006175026

یہ بات ہر ذی شعور مسلمان پر عیاں ہے کہ ایک مومن کیلئے اپنی ذات کی معرفت اور پہچان سے زیادہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت اور پہچان ضروری ہے، سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا پہچان جس علم سے حاصل ہوتا ہے اس علم کا نام سیرت ہے، سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک دلکش، ایمان افروز اور روح پرور موضوع ہے، ہر زبان میں سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر کتابیں اتنی کثرت سے لکھی گئی ہے کہ جس کا شمار میں لانا ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے، مولانا عبدالشکور فاروقی رحمہ اللہ کی کتاب ''سیرت کے نقوش'' بھی اس روح پرور سلسلے کی ایک کڑی ہے۔

زیر تبصرہ کتاب ''سیرت کے نقوش'' مولانا عبدالشکور فاروقیؒ کے ان مضامین کا مجموعہ ہے جسے انہوں نے اپنے موقر جریدہ ''النجم'' لکھنو میں وہ وقتاً فوقتاً لکھتے رہے، اس مجموعہ میں ایک مقدمہ ہے جو عقائد ضروریہ پر مشتمل ہے، دوسرا رسالہ نفحه عنبریه بذكر میلاد خير البريه کے نام سے معنون ہے جو سیرت طیبہ پر مشتمل ہے، تیسرا رسالہ مختصر سیرت نبویہ یعنی سیرت قرآنیہ ہے، مولانا محبوب احمد اور مفتی محمد اظہر صاحبان نے انتھک محنت اور کوشش سے ''النجم'' کے مختلف فائلوں سے اس وقیع اور نایاب کاوش کو مرتب کیا، سیرت کے موضوع پر ۲۸۸ صفحات پر مشتمل یہ ایک بہترین کاوش ہے جو سیرت کے حوالے سے ایک ماخذ کا درجہ رکھتی ہے۔